فرقۂ مرجئہ، خوارج و وہابیہ کا تعارف اور امام اعظم ابوحنیفہ پر وہابیوں کے مرجئی ہونے کے الزام کا مدلل و مُسکِت جواب

ایک تعارفی و تحقیقی مطالعہ

مصنف

مفتی رضاء الحق اشرفی

حسب فرمائش

مفکر اہل سنت علامہ قمر احمد اشرفی ناظم اعلیٰ جامع اشرف

مفتی محمد نذر الباری اشرفی جامعی استاذ جامع اشرف

اہل سنت ریسرچ سینٹر ممبئی و ناسک، ملحقہ السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف
جامع اشرف درگاہ جامع اشرف کچھوچھہ شریف ضلع امبیڈکر نگر یوپی

نام کتاب:

معروف بہ

فرقۂ مرجئہ اور وہابیہ ایک تعارفی وتحقیقی مطالعہ

مصنف: مفتی رضاء الحق اشرفی

کمپوزنگ: نذر الباری اشرفی (اظہار اشرف کمپیوٹر سینٹر جامع اشرف)

تزئین کار مولانا جابر حسین مصباحی، استاذ جامع اشرف

ناشر : اہل سنت ریسرچ سینٹر ممبئی وناسک

اشاعت اول: جنوری 2016ء۔ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ

صفحات: 96

تعداد: 1100

قیمت: 85۔ روپے

ملنے کے پتے

☆ السید محمود اشرف دار التحقیق والتصنیف جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ

☆ اہل سنت ریسرچ سینٹر جوگیشوری ممبئی وناسک 9987517752

☆ مکتبہ فیضان اشرف خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ

☆ الاشرف اکیڈمی دہلی 9891105516

☆ الاشرف اکیڈمی راج محل صاحب گنج جھارکھنڈ 8869998234

☆ مدرسہ اشرفیہ غریب نواز نئی بستی راج محل، صاحب گنج جھارکھنڈ 7764078380

عرض ناشر

اہلسنت ریسرچ سینٹر ممبئی وناسک (ARC) ملحقہ السید محمود اشرف دارالتحقیق و التصنیف کے سلسلۂ اشاعت کی پانچویں کڑی کی حیثیت سے یہ کتاب ''فرقۂ مرجئہ اور وہابیہ ایک تعارفی و تحقیقی مطالعہ'' قارئین کی نگاہوں کے سامنے ہے۔اس سے قبل الحمدللہ چار کتابیں اردو، ہندی اور انگریزی تینوں زبانوں میں منظر عام پر آچکی ہیں۔

خوارجِ زمانہ وہابی اہل حدیث فرقہ، امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے تلامذہ وفقہاء احناف پر گمراہی کا الزام رکھتا ہے اور انہیں مرجئ کہتا ہے۔حالانکہ فرقۂ خوارج ومعتزلہ اور دور حاضر کے خوارج وہابیہ کی طرف سے امام اعظم اور آپ کے اصحاب اور فقہاء احناف پر یہ سراسر تہمت ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

کتاب ہذا میں فرقۂ مرجئہ وخوارج ووہابیہ کا تعارف اور ان کا تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور احناف پر ان کے لگائے گئے الزام وتہمت کا مدلل جواب بھی دیا گیا ہے۔یہ وقت کی اہم ضرورت تھی جس کی تکمیل کر کے مصنف موصوف نے ARC کی اشاعتی خدمات کے سلسلہ کو آگے بڑھانے میں مدد کی ہے، جس کے لئے ARC کے جملہ اراکین ان کے شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ ان کی دینی، علمی وتبلیغی خدمات کو قبول فرمائے اور مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

الحاج محمد ایوب پنج وانی اشرفی

الحاج حافظ حسام الدین خطیب اشرفی

الحاج اسلم آدم سراٹھیا اشرفی

اراکین اہل سنت ریسرچ سینٹر ممبئی و ناسک (ARC)

فہرست

کتاب کی وجہ تالیف

اس سے قبل غیر مقلدین و اہل حدیث کے رد میں راقم کی تین کتابیں نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، ترک رفع یدین اور فسقِ یزید بیک وقت منظر عام پر آئیں۔ اس کے بعد ایک کتاب ''لقب امام اعظم دلائل کے آئینے'' میں چھپ کر آئی تو مفکر اہل سنت حضرت مولانا قمر احمد اشرفی بھاگل پوری ناظم اعلیٰ جامع اشرف کچھوچھہ شریف نے یہ مشورہ دیا کہ غیر مقلدین و اہل حدیث وہابی، امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب پر مرجئ و گمراہ ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور کم پڑھے لکھے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بطور دلیل بعض محدثین کے اقوال کو بھی پیش کرتے ہیں۔ لہذا ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں موثر و تحقیقی انداز میں وہابی اہل حدیث کے پروپیگنڈے اور ان کے غلط الزام کا موثر اور مُسکت جواب دیا جائے۔ مفکرِ اہل سنت ناظم اعلیٰ جامع اشرف کی تحریک پر راقم نے قلم اٹھایا اور زیرِ نظر کتاب کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ امام اعظم اور آپ کے اصحاب پر وہابیہ کی جانب سے لگائے گئے الزام کا مدلل و مُسکت جواب دے کر اپنی دفاعی ذمہ داری پوری کی بلکہ مضبوط دلائل سے ثابت کیا کہ وہابی اہل حدیث فرقہ در اصل فرقۂ خوارج کی نئی شکل ہے۔ خوارج اور وہابیہ دونوں فرقوں کے عقیدے میں اشتراک پایا جاتا ہی

غیر مقلدین کے الزام کے جواب کو پختہ اور ہمہ جہت بنانے کے لئے کتاب میں فرقۂ

مرجئہ کے تاریخی پس منظر، عقائد ونظریات پھر اس کے بالمقابل فرقۂ خوارج کے تعارفی پہلو اور اس کے عقائد ونظریات کو بھی اجاگر کیا گیا ہی

کتاب کا اردو نام ''فرقۂ مرجئہ اور خوارج'' ہونا چاہئے تھا لیکن اس کا نام ''فرقۂ مرجئہ اور وہابیہ'' اس نکتے کو ملحوظ رکھ کر منتخب کیا گیا ہے کہ وہابیہ دراصل فرقۂ خوارج ہی کی نئی شکل ہے جس کو کتاب کے اندر ثابت بھی کیا گیا ہی علاوہ ازیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ پر مرجئ ہونے کا الزام سب سے پہلے خوارج نے لگایا تھا اور اسی الزام کو آج کے وہابی بار بار دہرا رہے ہیں

نوجوان نسلوں کو امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب امام ابو یوسف، امام محمد وغیرہم سے بدظن کر کے اہل حدیث بنانے کے لئے کتبِ رجالِ حدیث کے حوالے سے بعض محدثین کے اقوال نقل کر کے یہ کہتے ہیں کہ ''دیکھو ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کو فلاں فلاں محدث نے مرجئ کہا ہے پھر تم ان کی تقلید کیوں کروگے؟'' راقم نے قیامِ حیدرآباد کے دوران کئی نوجوانوں کو دیکھا جو سنی حنفی ہونے کے باوجود اپنے غیر مقلد اہل حدیث دوستوں کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے اس قسم کی باتیں کیا کرتے تھے۔ کیا بعید کہ دوستوں کی صحبت رنگ لائی ہو اور کوئی سنی حنفی، غیر مقلد واہل حدیث بھی بن گیا ہو

ایسے گمراہ کن ماحول میں ضرورت محسوس ہوئی اس بات کی کہ اپنے سنی حنفی نسل نو کے لئے عنوانِ مذکور پر بھی ایک تحریری دستاویز تیار کر کے پیش کردی جائے جو ان کے مذہب ومسلک کے تحفظ کا سامان بنی چنانچہ راقم نے توفیق الٰہی کے سائے میں یہ کام شروع کیا اور اسی کی تائید سے پایۂ تکمیل کو پہنچا فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

میں سراپا سپاس ہوں محسنِ قوم وملت جانشین شیخ اعظم قائد ملت حضرت العلام مولانا الحاج الشاہ سید محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف کی بارگاہ اقدس میں جو اہل سنت ریسرچ سینٹر اور السید محمود اشرف دارالتحقیق والتصنیف کے بانی اور فاؤنڈر رہیں۔ جن کی محکم سرپرستی ونگرانی میں ہماری ساری قلمی سرگرمیاں جاری وساری ہیں۔ نیز شکر گزار ہوں اپنے تمام معاونین ومخلصین کا جنھوں نے کتاب کو قارئین تک پہنچانے میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو دارین کی خیر وفلاح سے ہمکنار فرمائی

لائق صد ستائش ہیں اہل سنت ریسرچ سینٹر (ARC) کے جملہ اراکین جنھوں نے السید محمود اشرف دارالتحقیق والتصنیف کچھوچھہ شریف کے زیر اہتمام اس کتاب کی طباعت واشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ مولیٰ تعالیٰ سب کو جزاء خیر سے نوازے اور مزید دین وسنیت کی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رضاء الحق اشرفی مصباحی

السید محمود اشرف دارالتحقیق والتصنیف، جامع اشرف کچھوچھہ شریف (یوپی)

۲ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ ۱۳ جنوری ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرقۂ مرجئہ وخوارج کا تاریخی پس منظر

اسلامی فرقوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرقۂ مرجئہ اور خوارج کا ابتدائی ظہور خلیفۂ ثانی کے دورِ خلافت کے بعد حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے دور میں ہوا۔ پھر حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے آخری دور میں فرقہ مرجئہ اپنے منفرد عقائد ونظریات کے ساتھ منظم شکل میں مشہور ہوا چنانچہ ابن سعد کے حوالے سے ذہبی نے لکھا ہے:

ترجمہ: ابن سعد نے کہا: مرجئہ کا پہلا گروہ ہے جو حضرت علی اور حضرت عثمان کے نزاعی معاملات کو اللہ کے سپرد کرنے والا تھا (وہ لوگ اس بارے میں مسلمانوں کے کسی گروہ کو یقینی طور پر خطا کار کہنے سے گریز کرتے تھے) (تاریخ الاسلام 7/485)

تاریخ اسلام کے حاشیہ نگار شیخ عمر عبدالسلام التدمُری نے لکھا ہے:

مرجئہ فرقہ

حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین اختلاف کے زمانے میں ظاہر ہوا

ابتدائی مرحلے میں مرجئہ صرف اُس گروہ کو کہا جاتا تھا جس کا یہ نظریہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے معاملے میں مسلمانوں کے مابین جو نزاعی معاملات اور

منازعات ہوئے اور حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے آپسی نزاعی معاملات اور اس کے نتیجے میں ہونے والے آپسی قتال وخوں ریزی وغیرہ امور سے متعلق مسلمانوں کے دوگروہ جو صحابۂ کرام کی مقدس جماعت پر مشتمل تھے ان میں سے کسی ایک گروہ کو قطعی طور پر خطا کار نہ کہا جائے بلکہ اس معاملے کو اللہ کے فیصلے کے لئے موخر کردیا جائے۔ظاہر ہے اس معنی کر مرجئہ گروہ نہ بدعقیدہ تھا نہ کافر۔لیکن رفتہ رفتہ اس گروہ کے نام سے ایک ایسا فرقہ ظہور پذیر ہوا جس نے جمہور امت مسلمہ سے ہٹ کر ایمان وعقیدے سے متعلق اپنے کچھ باطل مزعومات ونظریات کا اعلان کیا۔چنانچہ مرجئہ میں سے بعض نے یہ کہا کہ ایمان صرف دل سے اسلام کو حق جاننے کا نام ہے،اگر کوئی شخص دل سے اسلام کو حق مانتا ہے تو اگرچہ وہ شہادتین کا اقرار نہ کرے،اسلام کے احکام پر عمل نہ کرے بلکہ بتوں کو سجدہ کرے،پھر بھی مومن ہے۔حالاں کہ یہ عقیدہ سراسر اسلام کے خلاف ہے۔

پھر مرجئہ میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ ایمان صرت شہادتین کے اقرار کا نام ہے۔اگر کسی نے شہادتین کا زبان سے اقرار کرلیا تو خواہ وہ کوئی بھی کفری عمل کرے مومن ہی رہے گا مرجئہ کے ایک گروہ کا یہ کہنا ہے کہ دل سے تصدیق کرنے اور شہادتین کے اقرار کرنے کے بعد کوئی بھی گناہ ایمان کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتا۔جیسا ایمان ایک گناہ گار بندے کا ہے ویسا ہی ایمان ایک نیک بندے کا بھی ہے۔جس طرح نیک کار مومن کبھی جہنم میں نہیں جائے گا اسی طرح گناہ گار مومن بھی کبھی جہنم میں نہیں جائے گا یہ عقیدہ بھی اسلام کے خلاف ہی

مرجئہ اگرچہ باطل فرقہ تھا لیکن اہل سنت وجماعت سے اس کا اس بات میں اتفاق

تھا کہ گناہ کبیرہ سے بندہ مومن رہتا ہے کافر نہیں ہوتا۔ہاں اہل سنت و جماعت ایمان کے لئے گناہ کو نقصان دِہ مانتے ہیں اور مرجئہ نقصان دِہ نہیں مانتے۔عقیدے میں صرف اتنی سی مماثلت کی بنیاد پر اہل سنت و جماعت کے مخالف فرقے خوارج ومعتزلہ وغیرہ نے اہل سنت و جماعت کو مرجئہ کہہ دیا　　　　اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

ایک اہم سوال اوراس کا جواب

یہاں پر ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات تو واضح ہوگئی کہ خوارج اور معتزلہ نے اہل سنت و جماعت کو مرجئہ کہالہذا جہاں پر خوارج اور معتزلہ کے مقابلے میں مرجئہ کہا جائے گا وہاں اس سے مراد گروہ اہل سنت و جماعت ہوگا۔لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ محدثین کسی راوی کے تعلق سے یہ کہتے ہیں کہ فلاں راوی ثقہ،صدوق،امام،زاہد،عابد،تقویٰ شعاراور دین کے معاملے میں صاحبِ ورع بھی تھےلیکن ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔ یا کہتے ہیں کہ وہ مرجئ تھے۔محدثین کے اس قول کا کیا مطلب ہوگا؟ جب راوی کے مذکورہ اوصاف سے اس کا سنی صحیح العقیدہ ہونا ظاہر ہےتو پھر جرح کے طور پر اس کے لئے وصفِ ارجاء کے ذکر کا کیا معنیٰ؟ یہ سوال چونکہ بہت اہم ہےاوراس کے جواب سے بہت سے شبہات کا ازالہ خود بخود ہوجائے گا ،لہذا مناسب یہ ہے کہ جواب سے پہلے کچھ تمہیدی باتوں کو ذہن نشین کرلیا جائے تا کہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو

ماضی میں اہل سنت و جماعت کے علماءِ محدثین و متکلمین وفقہاء کے درمیان ایمان کے تعلق سے ایک فروعی اور جزوی اختلاف واقع ہواہی　　　　بعض علماء اہل سنت یہ فرماتے

تھے کہ قرآن حکیم میں دل کو ایمان کا محل بتایا گیا ہے۔ دل کی تصدیق ویقین کا نام ایمان ہے اور تصدیق ویقین کا معنی یہ ہے کہ جس چیز کی تصدیق ویقین کیا جائے اس کے خلاف کا شک بھی دل میں باقی نہ رہے۔ آخری نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے حق ہونے کا ایسا یقین دل میں جمالینا ایمان ہے۔ یقین علم کی آخری حد ہے، اس سے کم درجے کے علم کو یقین نہیں کہا جاسکتا بلکہ ظن یا شک کہا جائے گا۔ جب ایمان علم یقین کا نام ہے تو ظاہر ہے اس میں نہ کمی ہوسکتی ہے نہ زیادتی۔ زیادتی تو اس لئے نہیں ہوسکتی کہ علم کا یہ آخری درجہ ہے، اس کے اوپر کوئی درجہ نہیں اور کمی اس لئے نہیں ہوسکتی کہ یقین سے کم درجے کے علم کو ظن یا شک کہا جاتا ہے اور ظن وشک ایمان نہیں، کیوں کہ وہ تو یقین ہی

معلوم ہوا کہ نفسِ ایمان میں نہ کمی ہوسکتی ہے نہ زیادتی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب ایمان لانے کے بعد آدمی شرائع واحکام پر عمل کرتا ہے تو اس سے ایمان کے نور میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کے ثمرات میں زیادتی ہوتی ہے۔ ایسے ایمان والے شخص کو کامل ایمان والا کہا جاتا ہے اور جو شخص شرائع واحکام پر عمل نہیں کرتا بلکہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سے ایمان کی روشنی نکل جاتی ہے اور وہ ایمان کے فوائد وثمرات سے محروم رہتا ہے۔ ہاں وہ ایمان والا ہی رہتا ہے لیکن کامل ایمان والا نہیں۔ اِسی اختلاف کے ضمن میں علماء اہل سنت میں بعض علماء نے فرمایا کہ اعمال ایمان (تصدیق ویقین) کے اجزاء ہیں۔ جب کہ بعض علماء نے یہ فرمایا کہ اعمال ایمان کے اجزاء نہیں بلکہ ایمان سے خارج ہیں، مگر لازم ہیں۔ عام طور پر محدثین کا یہ موقف تھا کہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں، جب کہ جمہور متکلمین وفقہاء اہل سنت کا یہ نظریہ تھا کہ اعمال اجزاء نہیں لیکن ایمان کے لئے لازم ہیں بغیر اعمال کے ایمان کامل نہیں ہوتا۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور فقہاء احناف کا بھی یہی نظریہ تھا علماء اہل سنت کے مابین گو کہ یہ ایک جزوی وفروعی اختلاف تھا لیکن حالاتِ زمانہ کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور باطل فرقوں کے عقیدے کے التباس سے بچنے کی غرض سے اہل سنت کا ہرگروہ اپنے اپنے موقف پر سختی سے قائم تھا اور اپنے مخالف کا شدت سے رد کرتا تھا حتی کہ بعض نے رد کرنے میں سخت غلو سے کام لیا چنانچہ جن علماء نے یہ فرمایا کہ ایمان زیادہ اور کم نہیں ہوتا یا جنہوں نے کہا کہ اعمال ایمان کے اجزاء نہیں ان پر مخالف گروہ کے بعض حضرات نے مرجئی ہونے کا الزام رکھ دیا اور یہ استفسار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ اس سے ان کی کیا مراد ہے؟ انہوں نے اپنے مخالف کی بات کا وہی معنی مراد لیا جو فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ ہے، کہ ان کے نزدیک ایمان کے زائد اور کم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک نیک کار مومن کا ایمان اور ایک گناہ گار مومن کا ایمان برابر ہے۔ اس غلط فہمی کا اصل سبب مخالف گروہ کی تردید میں شدت پسندانہ جذبہ ہے، جس نے سنجیدگی کے ساتھ مخالف کی بات کو سمجھنے کا موقع ہی نہیں دیا یہی وجہ ہے کہ جن علماء کے سامنے اپنے مخالف کی بات کا صحیح مطلب ومفہوم واضح ہوگیا انہوں نے واضح لفظوں میں بیان کردیا کہ ارجاءِ مذموم کے عیب سے ان کے مخالف نظریہ رکھنے والے علماء اہل سنت کا دامن پاک ہے۔ پھر انہوں نے انہیں امام، عالم اور فقیہ، زاہد متقی وغیرہ الفاظ سے یاد کیا جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ علماء ومحدثین وفقہاء اہل سنت کے درمیان

اگرچہ ایمان کے گھٹنے بڑھنے اور اعمال کے جزو ایمان ہونے کے سلسلے میں اختلاف محض فروعی و لفظی تھا، کہ جو حضرات ایمان کے گھٹنے بڑھنے کے قائل تھے اور اعمال کو جزو ایمان کہتے تھے وہ بھی اہل سنت تھے اور جو حضرات اعمال کو ایمان کے لئے لازم ماننے کے باوجود انہیں جزو ایمان نہیں مانتے تھے اور نفس ایمان کے گھٹنے بڑھنے کے قائل نہیں تھے وہ بھی اہل سنت تھی ہر گروہ نیک اعمال کرنے والے مومن کو کامل ایمان والا کہتا تھا اور گناہ کرنے والے مومن کو ناقص ایمان والا کہتا تھا باوجود اس کے ایمان میں زیادتی اور کمی ماننے والے اور عمل کو جزو ایمان ماننے والے علماء یہ گوارا نہیں کرتے تھے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ''ایمان میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی'' ایسا کہنے والوں کو وہ پسند نہیں کرتے تھے اور بعض تو شدت اختیار کرتے ہوئے ایسے شخص کو بلا تحقیق مرجئی تک کہہ دیتے تھے۔ حالاں کہ اس شخص کے کہنے کا یہ مطلب ہوتا تھا کہ ایمان تصدیق ویقین کا نام ہے اور تصدیق ویقین میں نہ زیادتی ہوسکتی ہے نہ کمی اس کے کہنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ نیک کار اور گناہ گار کا ایمان ایک جیسا ہے اور ایمان کے لئے نیک عمل کی کوئی ضرورت نہیں

حاصلِ گفتگو یہ ہے کہ اگر محدثین نے کسی راوی کے بارے میں یہ کہا ہے کہ فلاں مرجئی تھا یا اس پر ارجاء کا الزام ہے تو اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ فلاں راوی مرجئی، بدعقیدہ تھا کیوں کہ وہ محدثین جو اعمال کو جزو ایمان مانتے تھے اور ایمان میں زیادتی و کمی کے قائل تھے انہوں نے اُن فقہاء ومحدثین کو مرجئی کہہ کر جرح کی ہے جو

صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت تھے لیکن اعمال کو جزو ایمان ماننے اور ایمان میں زیادتی و
کمی کا قول کرنے میں ان سے اختلاف رکھتے تھے لہذا کتب تراجم ورجال میں
کسی راوی کے تعلق سے مرجئی یا اہل ارجاء وغیرہ نظر آئے تو بلا تحقیق اس راوی کو گمراہ
و بدعقیدہ کہنا غلط ہوگا جیسا کہ خوارجِ زمانہ وہابی اہل حدیث کے علماء بڑی
جرأت کے ساتھ امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب پر مرجئی و گمراہ ہونے کا الزام
رکھتے ہیں اور ذرا بھی آخرت کا خوف محسوس نہیں کرتے اللہ انہیں ہدایت
عطا فرمائے

ارجاء اور مرجئہ

مُرجئہ لفظِ اِرجاء سے ماخوذ ہے۔ ارجاء کے دو معنی ہیں۔ پہلا معنی موخر کرنا مہلت دینا۔
جیسا کہ قرآن حکیم سورۃ الاعراف آیت ۱۱۱ میں ہے: فرعون
کے درباریوں نے فرعون سے کہا موسیٰ اور ان کے بھائی (ہارون) کو پیچھے ڈال دو۔
دوسرا معنی: یعنی امید دلانا پہلے معنی کے اعتبار سے جماعت
اہل سنت کے اس گروہ پر مرجئہ کا اطلاق کرنا صحیح ہے جو عمل کو نیت اور عقیدے سے
موخر قرار دیتا ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے اس فرقہ باطلہ کو مرجئہ کہا گیا ہے جو گناہ
کبیرہ کے مرتکب کو یہ کہہ کر پُر امید بناتا ہے کہ جو ایمان والا ہے اس کو گناہ کچھ بھی
نقصان پہنچانے والا نہیں (الملل والنحل 1 / 139)

دوسرے معنی میں اہل سنت کو بھی مرجئہ اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ گناہ گار مومن بندے کے حق میں اہل سنت، اللہ کی مغفرت کی امید رکھنے والے ہیں لیکن فرقۂ مرجئہ کی طرح نہیں پہلے معنی میں اہل سنت و جماعت کو اس لحاظ سے بھی مرجئہ کہنا صحیح ہے کہ مرتکبِ کبیرہ کے معاملے کو وہ آخرت کے لئے موخر کرکے اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور دنیا میں اس کے تعلق سے یقینی اور حتمی طور پر یہ نہیں کہتے کہ وہ جہنم میں نہیں جائے گا بلکہ مغفور ہو کر جنت میں داخل ہوگا، یا قطعی طور پر یہ بھی نہیں کہتے کہ وہ مغفور نہیں ہوگا بلکہ جہنم میں جائے گا اس معنی کے اعتبار سے مرجئہ کے مقابلے میں فرقۂ وعیدیہ ہے جو قطعی طور پر گناہ گار شخص کو جہنمی قرار دیتا ہی نیز پہلے معنی میں اس اعتبار سے بھی اہل سنت کو مرجئہ کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے پہلے درجے سے موخر کر کے چوتھے درجے میں رکھتے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے مرجئہ کے مقابلے میں شیعہ فرقہ ہے جو حضرت علی کو خلافت میں پہلے درجے میں رکھتا ہے۔ (الملل والنحل 1 / 139)

شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ کے اقتباسِ مذکور سے یہ معلوم ہوا کہ بعض جہتوں سے اہل سنت و جماعت کو بھی اہل ارجاء اور مرجئہ کہا گیا ہی لہذا مطلقا مرجئ ہونا مذموم و ناپسندیدہ نہیں بلکہ بعض معانی کے لحاظ سے اہل سنت بھی مرجئ ہیں

امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب نیز بخاری و مسلم کے درجنوں راویوں کو جس معنی میں اہل ارجاء اور مرجئ کہا گیا ہے وہ معنی محمود و پسندیدہ ہے۔ لہذا ان پر وصفِ ارجاء کی بنیاد پر جرح کرنا جرحِ نامقبول ہی

فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ- مرتکبِ کبیرہ کے بارے میں

فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد آدمی چاہے جتنا بڑا گناہ کری جہنم میں نہیں جائے گا۔ایمان لانے کے بعد جہنم آدمی پر حرام ہو جاتی ہے۔

امام ابن خزیمہ (وفات:۳۳۱ھ) نے مرجئہ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

-

ترجمہ: دوسری قسم مرجئہ غالیہ ہے۔اس فرقے کا گمان یہ ہے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اس پر جہنم حرام ہوگئی۔(یعنی وہ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا)(التوحید لابن خزیمۃ 2/769)

☆ علامہ سعد الدین تفتازانی (وفات:۷۹۱ھ) نے تحریر فرمایا:

ترجمہ: مرجئہ خالصہ باطلہ وہ لوگ ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ گناہ کبیرہ والے کو کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا ۔ عذاب اور جہنم صرف کافروں کے لئے ہی (شرح المقاصد 2/175)

☆ علامہ آجری (وفات:۳۶۰ھ) نے لکھا:

ترجمہ: فرقۂ مرجیہ کا کہنا یہ ہے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ کبیرہ گناہ اور فواحش کا ارتکاب

کرے تو اس سے کچھ نقصان نہیں ہوگا اور نیک پرہیز گار جو گناہ کبیرہ کا مرتکب نہیں اور گناہ گار آدمی دونوں برابر ہیں (الشریعۃ ص 147)

فرقۂ مرجیہ کا یہ عقیدہ باطل و گمرہی ہے اس فرقہ نے اپنے باطل عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث سے کچھ دلائل جو در حقیقت باطل شبہات ہیں، بھی پیش کیے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان شبہات کو ذکر کر کے ان کی تردید بھی پیش کر دی جائے۔ چنانچہ ذیل میں فرقہ مرجئہ کے شبہات مع جوابات ذکر کیے جاتے ہیں

فرقۂ مرجئہ کے دلائل

فرقۂ مرجئہ نے اپنے باطل عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کچھ قرآنی آیات کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ دلیل مع جواب ملاحظہ کریں۔

پہلی دلیل: قرآن حکیم میں متعدد مقامات پہ دل کو ایمان کا محل کہا گیا ہے

سورۃ الحجرات آیت ۷ میں ہے

ترجمہ: لیکن اللہ نے تمہارے ایمان کو محبوب رکھا اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین فرما دیا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان کا محل دل ہے اسی طرح سورۃ الحجرات کی آیت ۱۴ میں ہے

ترجمہ: دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے۔ اے نبی آپ فرما دو کہ تم مومن نہیں ہوئے لیکن تم کہو ہم بظاہر مان گئے اور اب تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں

ہوا

پھر سورۃ المجادلہ آیت ۲۲ میں ہے: ترجمہ: یہ

وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے

مذکورہ آیات سے ثابت ہوا کہ ایمان دل میں ہوتا ہے۔ اور ایمان کا معنی ہے اللہ کی جانب سے نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کی تمام ضروری باتوں کو حق ماننا۔ جب ایک بندے نے دل سے اس کو مان لیا تو وہ ایمان والا ہو گیا۔ اور قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر مومن جنتی ہے، لہذا ایمان لانے کے بعد بندہ چاہے اچھا عمل کرے یا برا، اس سے ایمان کچھ بھی متاثر نہیں ہوگا اور بہر حال جنت میں جائے گا۔ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ کیوں کہ مومن جب جنتی ہے تو وہ جہنمی کیوں کر ہوگا؟ جہنمی تو صرف کافر ہیں۔

پہلی دلیل کا رد قرآنی آیات سے

جن قرآنی آیات سے فرقۂ مرجئہ نے اپنے گمراہ کن عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ گناہ کبیرہ اور برے عمل سے ایمان کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا اور گناہ گار مومن کبھی جہنم میں نہیں جائے گا، ان آیات سے ان کا فاسد عقیدہ قطعا ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ کثیر آیات واحادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ گناہ و برے عمل سے ایمان کو نقصان ہوتا ہے۔ گناہ گار مومن بھی جہنم میں جائے گا، پھر گناہوں کی سزا پا کر ایمان کے سبب جنت میں داخل کیا جائے گا اور جنت میں ہمیشہ رہے گا۔

ایمان کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے اور گناہ گار مومن جہنم میں جائے گا اس کے

ثبوت پر چند قرآنی آیات واحادیث پیش کی جاتی ہیں:

پہلی آیت: قرآن حکیم سورۃ المائدۃ آیت ۴۰ میں ہے:

ترجمہ: وہ (اللہ) جسے چاہے گا عذاب دے گا اور جسے چاہے گا معاف فرمادے گا اور اللہ ہر شئی پر قدرت والا ہی جسے چاہے گا عذاب دے گا اور جسے چاہے گا معاف فرمادے گا'' سے مراد گناہ گار مومن بندہ ہے۔ کہ اللہ جس گناہ گار مومن کو چاہے گا عذاب دے گا اور جسے چاہے گا معاف فرمادے گا۔ کافر ومشرک کو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔

کیونکہ قرآن حکیم سورۃ النساء آیت ۴۸، ۱۱۶ میں ہے:

ترجمہ: بے شک اللہ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا اور اس کے علاوہ (گناہ) کو جس کے لئے چاہے گا معاف فرمادے گا۔

آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ اللہ چاہے گا تو گناہ گار مومن کو عذاب دے گا لہذا فرقۂ مرجئہ کا یہ کہنا کہ ایمان کے لئے گناہ کچھ مُضر نہیں اور گناہ گار مومن کو عذاب نہیں دیا جائے گا، قرآن کے خلاف ہے

دوسری آیت: قرآن حکیم سورۃ العنکبوت آیت ۲۱ میں ہے:

ترجمہ: اللہ جسے چاہے گا عذاب دے گا اور جس پر چاہے گا رحم فرمائے گا اور تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے اس آیت میں بھی ''جسے چاہے گا عذاب دے گا اور جس پر چاہے گا رحم

فرمائے گا‘‘ سے مراد گناہ گار مومن بندہ ہے۔ کیونکہ آخرت میں کافر پر اللہ ہرگز رحم نہیں فرمائے گا۔ چنانچہ آگے آیت ۲۳ میں ہے:

ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا اور اس سے ملاقات کا انکار کیا وہ لوگ میری رحمت سے مایوس ہوں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ اللہ چاہے گا تو گناہ گار مومن کو عذاب دے گا اور چاہے گا تو اس پر رحم فرمائے گا اور اسے معاف فرمادے گا لہٰذا فرقۂ مرجئہ کا یہ کہنا کہ گناہ گار مومن کو عذاب نہیں دیا جائے گا، قرآنی آیت کے خلاف ہے

تیسری آیت: قرآن حکیم سورۃ الجاثیۃ آیت ۲۱ میں ہے:

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے جنہوں نے برائیاں کیں، یہ گمان کیا کہ ہم ان کی اور ان کی جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے، دونوں کی زندگی اور موت برابر کریں گے۔ کیا ہی برا فیصلہ ہے ان کا

اس آیت مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ نیک اعمال والے مومن اور گناہ گار مومن کی موت وحیات برابر نہیں۔ موت وحیات دونوں کی برابر نہیں، کا معنی یہی ہے کہ نیکوں کی موت وحیات اچھی ہے اور بدکاروں کی بری۔ اللہ کے نزدیک دونوں برابر نہیں تو مرجئہ کا یہ عقیدہ یقیناً باطل ہے کہ نیک کار مومن بندہ اور بدکار مومن بندہ دونوں برابر ہیں۔

چوتھی آیت:

(سورۃ البقرۃ آیت 178)

ترجمہ: اے ایمان والوتم پر مقتولوں کے معاملے میں قصاص فرض کیا گیا ہے۔آزاد، آزاد کے بدلے میں، غلام غلام کے بدلے، عورت عورت کے بدلے۔تو جسے اپنے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ معافی حاصل ہوتو بھلائی کے ساتھ (دیت) کا مطالبہ کرنا ہے اور (قاتل کو) احسان کے ساتھ دیت (خون بہا) ادا کر دینا ہے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے تو اس کے بعد (قاتل ومقتول کے وارث میں سے) جو شخص زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر مقتول کے وارثین نے قاتل کا قصاص معاف کردیا اور خون کا بدلہ لینا طے پایا تو قاتل کو چاہیے کہ خوش اسلوبی کے ساتھ خون بہا ادا کردے اور مقتول کے وارثین کو چاہیے کہ جو خون بہا متعین ہوا ہے بھلائی کے ساتھ اس کا مطالبہ کریں۔معافی کے بعد دونوں میں سے جو بھی زیادتی کرے، مثلا قاتل دیت ادا کرنے سے انکار کرے یا اس میں کمی کرے یا مقتول کے وارث قصاص معاف کرنے کے بعد قاتل کو قتل کردے تو جو بھی زیادتی کرنے والا ہوگا اس کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہی ظاہر ہے ظلم وزیادتی کرنے والا گناہ گار ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے لئے دردناک عذاب ہے، اور خطاب مومن سے ہے تو معلوم ہوا کہ گناہ گار مومن عذاب کا مستحق ہے۔لہذا اس کے خلاف فرقۂ مرجئہ کا یہ عقیدہ کہ گناہ گار مومن کو عذاب نہیں دیا جائے گا، یقینا باطل ہے۔

پانچویں آیت:

ترجمہ: جو یہ کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے (سورۃ آل عمران آیت ۱۶)

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے ان مومن بندوں کی مدح فرمائی ہے جو ایمان لانے کے بعد اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رہنے کی دعا کرتے ہیں اگر ایمان لانے کے بعد گناہ کچھ نقصان دینے والا نہیں تو گناہ سے مغفرت چاہنے کا کیا معنی؟ اور اگر گناہ کی وجہ سے مومن جہنم کے عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا تو عذاب سے بچنے کے لیے رب تعالیٰ سے دعا کرنے کی کیا حاجت؟ گناہ سے مغفرت چاہنے کا اللہ نے حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ گار مومن کو اس کے گناہ کے سبب عذاب ہو سکتا ہے۔ اس کے خلاف فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ باطل ہے۔

چھٹی آیت:

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تمہیں کچھ شکار سے ضرور آزمائے گا۔ اس شکار کو تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پالیں گے۔ تاکہ اللہ یہ ظاہر فرمادے کہ غائبانہ اللہ سے کون ڈرتا ہے ۔ اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لئے دردناک عذاب ہے (سورۃ المائدہ آیت ۹۴)

آیتِ مذکورہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مومنوں کو آزمائے گا جو حالتِ احرام میں

ہوں گے۔شکار کے جانوروں کو ان کے دسترس میں کر دے گا کہ ہاتھ بڑھا کر اور بآسانی نیزہ مار کر انہیں شکار کرسکیں گے،حالاں کہ شکار کرنا ایسی حالت میں ان کے لئے حرام کیا گیا ہے۔انہیں اللہ آزمائے گا کہ شکار پر بآسانی قدرت ہونے کے باوجود کون اللہ سے ڈرتے ہوئے شکار سے اپنے ہاتھوں کو روکتا ہے اور کون اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے حد سے تجاوز کرتا ہے۔جو شکار کر کے ظلم کرنے والا ہوگا اس پر سخت دردناک عذاب ہوگا۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حالتِ احرام میں شکار کرنا گناہ ہے اور اس گناہ کا مرتکب شریعت کی حد سے بڑھنے والا ہے ۔ اس لئے اس کے لئے اللہ کا عذاب ہے

اللہ تعالی کا یہ خطاب مومن بندوں سے ہے۔تو معلوم ہوا کہ مومن بندہ گناہ کے سبب عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔اس کے خلاف فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ باطل ہے۔قرآن کے خلاف ہے۔

ساتویں آیت:

(سورۃ الماعون آیت 5,6,7,4)

ترجمہ:تو عذاب ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں، جو ریا کاری کرتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں۔

نمازی کا نماز سے غافل رہنا، وقت سے موخر کر کے پڑھنا، ریا کاری کے طور پر نماز پڑھنا اور بھلائی سے روکنا یہ سب گناہ کبیرہ ہیں اور ان پر اللہ نے عذاب کی وعید سنائی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والا آدمی گناہوں کے سبب عذاب پانے کا مستحق

ہے۔ لہذا فرقۂ مرجئہ کا یہ کہنا ''کہ گناہ سے ایمان والے کو کچھ نقصان نہیں ہوتا'' باطل وگمرہی ہے۔

آٹھویں آیت:

ترجمہ: تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے (آخرت میں) دیکھے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھے گا۔ (سورۃ الزلزال آیت 7,8)

آخرت میں ذرہ برابر نیکی اور ذرہ برابر برائی کو دیکھنے اور دکھانے کا مقصد یہی ہوگا کہ بندہ اپنے عمل کا ثواب یا عذاب پائے۔ اللہ تعالی اپنی شان رحیمی وکریمی سے معاف فرمائے یا عذاب دی اگر ایمان کے بعد عمل کا کچھ فائدہ یا نقصان نہیں تو آخرت میں حساب کتاب اور میزان عمل قائم کرنا بے مقصد ہوگا۔ حالانکہ قرآنی آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اعمال کا وزن ہوگا اور حساب وکتاب ہوگا پتہ چلا کہ فرقۂ مرجئہ کا یہ کہنا کہ ایمان کے ساتھ عمل کا کچھ فائدہ یا نقصان نہیں، باطل وگمرہی ہی

نویں آیت:

(الاحزاب:70,71)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرے گا یقیناوہ بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔

آیتِ مذکورہ میں اللہ نے اپنے مومن بندوں کو اللہ کا تقویٰ حاصل کرنے اور انہیں صحیح بات کہنے کا حکم دیا ہے، جس پر ان کے اعمال کی اصلاح اور مغفرت ذنوب کا وعدہ فرمایا ہے۔ اگر فرقۂ مرجئہ کے بقول ایمان کے بعد بندوں کو اعمال کی کچھ ضرورت نہیں تو اللہ نے انہیں نیک اعمال کرنے اور گناہوں سے بچنے کا حکم کیوں دیا اور ان کے گناہوں کی مغفرت کی بات کیوں ارشاد فرمائی ؟ اگر عمل بے فائدہ ہے تو معاذ اللہ نیکیاں کرنے اور برائیوں سے بچنے کا حکم دینا عبث و بے فائدہ ٹھہرے گا اور اللہ عزوجل عبث و بے فائدہ حکم دینے سے پاک ہے۔

معلوم ہوا کہ ایمان کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے اور فرقۂ مرجئہ کا یہ کہنا کہ عمل ضروری نہیں باطل و گمرہی ہے۔

دسویں آیت:

(سورۃ آل عمران آیت ۱۳۰، ۱۳۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! دوگنا تین گنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ اور اس جہنم سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

سود کھانا گناہ کبیرہ ہے۔ اگر ایمان کو اس سے نقصان نہ ہوتا تو اللہ ایمان والوں کو اس سے منع نہ فرماتا اور انہیں اس جہنم سے نہ ڈراتا جو کافروں کے ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے . اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو مومن بندہ سود کھائے گا وہ جہنم میں جلنے کا مستحق ہوگا اگر گناہ کبیرہ سے مومن کو عذاب نہ ہوتا تو عذاب سے ڈرانے کا کیا معنی؟

مذکورہ چند قرآنی آیات بطور نمونہ پیش کی گئیں ورنہ درجنوں آیات اس بات کو ثابت کرنے والی ہیں کہ گناہ گار مومن بندے کو اس کے گناہ کبیرہ پر عذاب دیا جائے گا لہذا فرقۂ مرجئہ کا یہ عقیدہ کہ ایمان کے بعد عمل کی کوئی ضرورت نہیں اور گناہ کبیرہ کا مرتکب جہنم میں نہیں جائے گا، باطل ہی فرقۂ مرجئہ اپنے باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے جو آیات قرآنیہ پیش کرتا ہے ان سے اس کا عقیدہ قطعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیوں کہ ان آیات سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مومن جنت میں جائے گا۔ کسی آیت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ گناہ گار مومن جہنم میں کبھی نہیں جائے گا بلکہ کثیر آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گناہ گار مومن کو اس کے گناہ پر عذاب دیا جائے گا، وہ جہنم میں جائے گا۔ ہاں اگر اللہ کی رحمت ہوتو گی اسے معاف فرمائے گا اور ابتداء ہی میں جنت میں داخل فرمائے گا، ورنہ اس کے گناہوں کے حساب سے عذاب دیا جائے گا پھر اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس کی تائید میں بے شمار صحیح احادیث موجود ہیں، جن کا ذکر آگے آئے گا ۔ ایمان یہ ہے کہ قرآن کی تمام آیات کو مانا جائے۔ ایمان یہ نہیں کہ بعض آیات کو مانا جائے اور بعض کو پس پشت ڈال دیا جائے فرقۂ مرجئہ نے اپنے باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے بعض آیات کو پسِ پشت ڈال دیا ہے، جیسا کہ اوپر آپ نے ملاحظہ فرمایا

فرقۂ مرجئہ کی دوسری دلیل

فرقۂ مرجئہ نے اپنے غلط عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کچھ احادیث کریمہ سے بھی استدلال کیا ہے۔ ذیل میں ان کے استدلال کو جواب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔

حدیث:

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ میرے پاس میرے رب کے پاس سے ایک آنے والا (جبرئیل علیہ السلام) آیا۔ اس نے مجھے خبر دی یا فرمایا خوش خبری دی کہ میری امت کا جو آدمی اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا تھا تو جنت میں داخل ہوگا۔ میں (حضرت ابوذر) نے کہا: اگر چہ وہ زنا کرے؟ اگر چہ چوری کرے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر چہ زنا کرے، اگر چہ چوری کرے۔

تخریج حدیث: یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ صحیح بخاری میں سات مقامات پہ اور صحیح مسلم میں پانچ مقامات پہ موجود ہی صحیحین کے علاوہ سنن ابوداؤد، سنن نسائی ،سنن ترمذی، مسند امام ابوحنیفہ، مسند احمد بن حنبل، موطا امام مالک، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مستخرج ابی عوانہ، صحیح ابن حبان وغیرہ کثیر کتبِ احادیث میں مختلف طرق سے مختلف الفاظ کے ساتھ موجود ہی بعض روایتوں میں

کے الفاظ ہیں۔ یعنی جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور شرک نہیں کیا اور اسی حالت میں فوت ہوا تو وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ اگر چہ زنا کرے، چوری کرے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گناہ کبیرہ سے مومن کو کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ زنا، چوری وغیرہ بڑے گناہوں کا مرتکب بھی جنت میں جائے گا، جہنم میں کبھی نہیں جائے گا

فرقۂ مرجئہ کی دوسری دلیل کا جواب

حدیثِ مذکور اور اُس جیسی تمام احادیث سے فرقۂ مرجئہ جو اپنا باطل عقیدہ ثابت کرتا ہے کہ گناہ کبیرہ مثلاً زنا چوری وغیرہ کی وجہ سے مومن جہنم میں نہیں جائے گا وہ سراسر غلط ہی اس قسم کی تمام احادیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جس نے دل سے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا وہ مومن ہے۔ اگر وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا تو اس کی وجہ سے اس کو کافر نہیں کہا جائے گا اور وہ کافروں کی طرح ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کے گناہ کی وجہ سے اسے جہنم میں داخل فرمائے گا پھر جہنم سے نکال کر جنت میں ضرور داخل فرمائے گا کیوں کہ اللہ تعالی نے ہر مومن کو جنت میں داخل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ وعدہ خلافی کرے یہ ممکن نہیں۔ جن احادیث میں گناہ گار مومن کے جہنم میں داخل نہ ہونے کا ذکر ہے ان احادیث کا معنی یہ ہے کہ گناہ گار مومن ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہی فرقۂ مرجئہ کے عقیدے کے باطل ہونے پر کثیر صحیح احادیث بطور دلیل موجود ہیں۔ چند صحیح احادیث بطور نمونہ ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں

مرجئہ کے خلاف پہلی حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم میں

مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم (روپے پیسے) ہو نہ سازوسامان۔ آپ نے فرمایا: بے شک میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ اس کے پاس نماز، روزے، زکاۃ ہوں گے، حالاں کہ اس نے کسی کو گالی گلوج کی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال ناحق کھایا ہوگا، ناحق کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو ناحق مارا ہوگا تو اس شخص کی نیکیاں مظلوم شخص کو دے دی جائیں گی۔ جب اس کی نیکیوں سے بھی اس کے گناہوں کی تلافی نہیں ہوگی تو مظلوم کے گناہوں کو اس پر لاد دیا جائے گا پھر اس ظالم کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا (صحیح مسلم 1997/4(2581)59:)

تخریج حدیث: یہی حدیث صحیح مسلم کے علاوہ صحیح ابن حبان، السنن الکبریٰ للبیہقی، سنن الترمذی، شعب الایمان، المعجم الاوسط للطبرانی، وغیرہ کتب احادیث میں بھی موجود ہے۔

حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ حقوق العباد میں گرفتار گناہ گار مومن بندہ اپنے گناہوں کے سبب جہنم میں جائے گا لہذا فرقۂ مرجئہ کا یہ عقیدہ کہ گناہ گار مومن جہنم میں نہیں جائے گا، باطل ہے۔

دوسری حدیث: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب دو مسلمان تلوار لے کر آپس میں لڑیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ ابوبکرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے (اس لئے جہنم میں جائے گا) لیکن مقتول کا کیا حال ہے؟

(کہ وہ جہنم میں جائے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس لئے کہ وہ اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ (صحیح البخاری 1/15 حدیث ۳۱، صحیح مسلم 4/2213)

تخریج حدیث: یہ حدیث صحیحین کے علاوہ سنن ابوداؤد، صحیح ابن حبان، السنن الکبری للبیہقی، السنن الکبری للنسائی، سنن ابن ماجہ، سنن النسائی، شرح مشکل الآثار، مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند بزار وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے۔

مسلمانوں کا آپس میں لڑنا اور کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے گناہ گار مسلمان کے حق میں فرمایا کہ وہ جہنم میں جائے گا۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ فرقۂ مرجئہ کا یہ کہنا کہ گناہ گار مومن اپنے گناہ کے سبب جہنم میں نہیں جائے گا، باطل ہے۔

تیسری حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کچھ مومنوں کو (جہنم کے لئے) روک لیا جائے گا۔ وہ پریشان ہوں گے اور کہیں گے کہ ہمیں اپنے رب کے پاس کسی کو سفارشی بنانا چاہئے تا کہ وہ ہمارے مشکل مقام سے ہمیں راحت دلائے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: آپ آدم تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ آپ کو اللہ نے اپنے ''ید'' (اپنی خاص قدرت) سے پیدا فرمایا اور آپ کو جنت میں سکونت عطا فرمائی۔ آپ کو ملائکہ کا مسجود بنایا۔ آپ کو تمام اسماء کے نام سکھائے۔ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہمارے لئے شفاعت کیجئے تا کہ اس پریشانی کے مقام سے ہمیں راحت مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت آدم فرمائیں گے: میں اس مرتبے پہ نہیں اور وہ اپنی لغزش کو یا

ذکریں گے جو ان سے صادر ہوئی تھی کہ شجرۂ ممنوعہ سے تناول فرمایا تھا۔ وہ فرمائیں گے تم سب نو ح کے پاس چلے جاؤ۔ وہ اہل زمین کے اول نبی ہیں وہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی وہی جواب دیں گے کہ میں اس مقام پہ نہیں ہوں اور وہ اپنی لغزش کو یاد کریں گے جو ان سے صادر ہوئی تھی، کہ انہوں نے بغیر علم کے اپنے رب سے سوال کیا تھا (کہ اے اللہ روئے زمین پہ کسی کافر کا کوئی گھر باقی نہ رکھ)۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے تم سب ابراہیم خلیل الرحمن کے پاس چلے جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی وہی جواب دیں گے کہ میں اس مقام پہ نہیں ہوں اور وہ اپنے بولے ہوئے تین کلمات کو یاد کریں گے جو بظاہر کذب معلوم ہوتے تھے۔ وہ فرمائیں گے۔ تم سب موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ کے ایسے بندے ہیں کہ اللہ نے ان سے کلام فرمایا ہے اور انہیں مقرب و نجی (کلیم اللہ) بنایا۔ وہ حضرت موسیٰ کے پاس آئیں گے تو وہ بھی فرمائیں گے کہ میں اس مقام پہ نہیں۔ وہ اپنی لغزش کو یاد کریں گے جو ان سے صادر ہوئی تھی کہ (بے ارادہ) ان سے ایک شخص کا قتل واقع ہو گیا تھا۔ وہ کہیں گے کہ تم سب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول، روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی جواب میں یہی کہیں گے میں اس مقام پہ نہیں ہوں۔ تم سب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جاؤ۔ وہ ایسے بندے ہیں کہ اللہ نے ان کے اگلے پچھلے سارے ذنب بخش دئے ہیں وہ سب میرے پاس آئیں گے تو میں اپنے رب سے اس کے دار (دار جنان) کے

بارے میں اجازت مانگوں گا۔ وہ مجھے اجازت عطا فرمائے گا۔ میں جیسے ہی اسے دیکھوں گا سجدے میں چلا جاؤں گا۔ اللہ جب تک چاہے گا مجھے اس حال میں رہنے دے گا پھر فرمائے گا ۔اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اٹھایئے۔ مانگئے آپ کو دیا جائے گا۔ بولئے آپ کی سنی جائے گی۔ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھاؤں گا پھر اللہ کی ایسی حمد بیان کروں گا جو وہ مجھے تعلیم فرمائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو ایک حد متعین کی جاے گی۔ میں اس کے مطابق لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ میں دوبارہ اپنے رب کی بارگاہ میں پلٹوں گا اور اپنے رب کو پہلے کی طرح دیکھوں گا تو شفاعت کروں گا اور میرے لئے ایک حد متعین کی جائے گی۔ اسی کے مطابق لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ اسی طرح تیسری بار بھی کروں گا پھر چوتھی بار اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور عرض کروں گا اے اللہ! اب جہنم میں کوئی باقی نہیں رہا، سوائے اس کے جس کو قرآن نے روک رکھا ہے یعنی جس کے لئے ہمیشگی کا عذاب لازم ہو چکا ہی

(صحیح البخاری 6/17، حدیث 4476، صحیح مسلم 1/180، حدیث 322)

تخریج حدیث: یہ حدیث صحیحین کے علاوہ سنن ابن ماجہ، السنن الکبریٰ للنسائی، مسند احمد، مسند ابویعلیٰ، مسند ابوداؤد طیالسی، صحیح ابن حبان، التوحید لابن خزیمہ، الایمان لابن مندہ، الاسماء والصفات للبیہقی، الشریعہ للآجری، سنن الدارمی، شعب الایمان وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے۔

شفاعت کی جملہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جہنم میں جانے والے گناہ گار مومن

بندوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شفاعت کے ذریعہ جہنم سے نکالیں گے اور جہنم میں صرف کافر ومشرک رہ جائیں گے، کیوں کہ انہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ہے

اس حدیث اور دیگر احادیثِ شفاعت سے فرقۂ مرجئہ کا یہ عقیدہ باطل ہوجاتا ہے کہ کوئی گناہ گار مومن جہنم میں نہیں جائے گا۔

چوتھی حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نوکروں میں ایک شخص تھا جس کو کِرکِرہ کہا جاتا تھا۔ اس کی موت ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' وہ جہنم میں جائے گا۔ لوگ اس کی چھان بین کے لئے اس کے پاس گئے تو وہاں ایک عبا پایا جسے اس نے خیانت سے حاصل کیا تھا۔ (صحیح البخاری باب القلیل من الغلول 4/74 حدیث 3074)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کے علاوہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ، السنن الکبریٰ للبیہقی، مصنف عبدالرزاق، مسند احمد وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے

حدیثِ مذکور سے ثابت ہوا کہ خیانت جو گناہ کبیرہ ہے، اس کی وجہ سے مسلمان کو جہنم کا عذاب ہوسکتا ہی لہذا فرقۂ مرجئہ کا یہ کہنا کہ مسلمان کو گناہ کچھ نقصان نہیں کرتا باطل ہی

پانچویں حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے ایک ایسے شخص کا فیصلہ ہوگا جو شہید کیا گیا ہے۔ اسے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں کی معرفت

کرائے گا تو نعمتوں کو پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے اِن نعمتوں کے شکر میں کیا کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ فرمائے گا۔ تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے اس لئے جہاد کیا تھا تاکہ تجھے بہادر کہا جائے سو وہ کہا جا چکا۔ پھر حکم دیا جائے گا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ پھر ایک آدمی کا فیصلہ ہو گا جس نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور قرآن پڑھا۔ اسے لایا جائے گا اور اللہ اسے اپنی نعمتوں کی معرفت کرائے گا تو وہ نعمتوں کو پہچان لے گا۔ اللہ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا کیا؟ وہ کہے گا میں نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور قرآن پڑھا، تیری رضا کے لئے۔ اللہ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے علم اس لئے سیکھا تاکہ کہا جائے کہ تو عالم ہے اور قرآن اس لئے پڑھا کہ کہا جائے تو قاری ہے، سو وہ کہا جا چکا۔ پھر حکم ہو گا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ پھر ایک شخص کو لایا جائے گا جس کو اللہ نے وسعت دی تھی اور ہر قسم کے مال سے نوازا تھا۔ اسے اپنی نعمتوں کی معرفت کرائے گا تو وہ نعمتوں کو پہچان لے گا۔ اللہ فرمائے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے کوئی راستہ نہیں چھوڑا جس میں خرچ کرنے کو تو پسند کرتا ہے مگر یہ کہ میں نے اس میں خرچ کیا۔ اللہ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے یہ اس لئے کیا تھا کہ کہا جائے وہ بڑا سخی ہے، سو وہ کہا جا چکا۔ پھر حکم ہو گا اور اسے چہرے کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم باب من قاتل للریاء۔ حدیث 152)

تخریج حدیث: یہ حدیث صحیح مسلم کے علاوہ السنن الکبریٰ للبیہقی، السنن الکبریٰ للنسائی

،المستدرک علی ،سنن الترمذی،سنن النسائی،شعب الایمان،صحیح ابن حبان ،مستخرج ابوعوانہ،مسند احمد وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے۔

حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ ریا کاری کا عمل باطل ہے۔ریا کاری گناہ کبیرہ ہے۔اس کا مرتکب جہنم میں جائے گا۔لہذا فرقۂ مرجئہ کا یہ عقیدہ کہ گناہ کبیرہ کی وجہ سے مومن جہنم میں نہیں جائے گا باطل ہے۔

چھٹی حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا آخرت میں حساب لیا جائے گا اسے عذاب دیا جائے گا ۔حضرت عائشہ نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا قرآن میں یہ نہیں ہے کہ ''جس کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس کا حساب آسان لیا جائے گا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسان حساب کا مطلب یہ ہے کہ بس اس کے سامنے اس کے اعمال پیش کر دیے جائیں گے۔اس کے گناہ اسے دکھائے جائیں گے پھر معاف کر دیے جائیں گے،لیکن جس کا حساب لیا جائے گا (گناہوں پر پرشش ہوگی) وہ ہلاک ہوجائے گا۔(جہنم میں جائے گا) (صحیح بخاری حدیث 4939،صحیح مسلم حدیث 79)

حدیثِ مذکور سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس مومن بندے کو چاہے گا اپنی رحمت سے معاف فرمائے گا۔اس کے گناہوں پر سخت مواخذہ نہیں فرمائے گا اور جس کو چاہے گا سخت حساب لے کر اس کے گناہوں کے سبب جہنم میں داخل فرمائے گا لہذا فرقۂ مرجئہ کا یہ کہنا کہ کسی مومن کو جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا

،باطل ہی

ساتویں حدیث: حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کی آنتیں جہنم میں نکل پڑیں گی اور وہ ایسا چکر کاٹے گا جیسا کہ گدھا چکی لے کر چکر کاٹتا ہے۔ سارے جہنمی اس کے پاس جمع ہوجائیں گے اور کہیں گے: اے فلاں! تیرا یہ حال کیوں ہے؟ کیا تو لوگوں کو نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائیوں سے نہیں روکتا تھا؟ وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نہیں کرتا تھا۔ تم کو برائی سے روکتا تھا اور خود کرتا تھا (صحیح بخاری حدیث 3267، صحیح مسلم حدیث 51)

تخریج حدیث: صحیح بخاری و مسلم کے علاوہ یہ حدیث السنن الکبریٰ للبیہقی، المستدرک علیٰ للطبرانی، شعب الایمان، مسند احمد، مسند الحمیدی، حلیۃ الاولیاء وغیرہ کتب احادیث میں بھی موجود ہے۔

بے عمل واعظ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ اس کو جہنم میں سخت سزا دی جائے گی۔ لہذا ثابت ہوا کہ گناہ گار مومن بھی جہنم میں جائے گا۔ اس کے خلاف فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ کہ گناہ گار مومن جہنم میں نہیں جائے گا، باطل ہے۔

آٹھویں حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر کے لئے عیدگاہ نکلے۔ واپس آتے ہوئے لوگوں کو وعظ فرمایا اور انہیں

صدقہ کرنے کا حکم دیا۔فرمایا: اے لوگو! صدقہ کیا کرو۔ پھر عورتوں کے پاس سے گزرے تو ان سے فرمایا: اے عورتو! صدقہ کیا کرو کیوں کہ میں نے زیادہ تر عورتوں کو جہنم میں دیکھا ہے۔عورتوں نے عرض کی: ایسا کیوں یا رسول اللہ ﷺ ؟ فرمایا: تم سب لعنت زیادہ کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری زیادہ کرتی ہو۔ اے عورتو! تم سب عقل و دین کے لحاظ سے ناقص ہو باوجود اس کے پختہ عقل والے مرد کی عقل کو زائل کردینے والا تم سے زیادہ کسی کو میں نے نہیں دیکھا۔ پھر حضور ﷺ واپس تشریف لائے۔ جب کاشانۂ اقدس پہ پہنچے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا آئیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کرنے لگیں۔ کہا گیا: یارسول اللہ زینب آئی ہیں! فرمایا: کون زینب؟ کہا گیا ابن مسعود کی بیوی۔ فرمایا: ٹھیک ہے آنے دو۔ انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ! آج آپ نے صدقہ کا حکم دیا اور میرے پاس زیور ہے، میں اسے صدقہ کردینا چاہتی ہوں لیکن ابن مسعود اور ان کے بیٹے کا خیال یہ ہے کہ وہی اس صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابن مسعود کا خیال درست ہے۔ تیرا شوہر اور تیری اولاد تیرے صدقے کے زیادہ مستحق ہیں۔ (صحیح بخاری 2/120 حدیث 1462، صحیح مسلم 1/86 حدیث 132)

تخریج حدیث: صحیحین کے علاوہ یہ حدیث السنن الصغیر للبیہقی، السنن الکبریٰ للبیقھی، السنن الکبریٰ للنسائی، المستدرک علیٰ ، سنن ابن ماجہ، سنن النسائی، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مسند ابویعلی الموصلی، مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ لعنت کرنا، شوہروں کی نافرمانی کرنا گناہ کبیرہ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان گناہوں کے سبب اکثر عورتیں جہنم میں جائیں گی　　اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مومن عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا ۔لہذا معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کی وجہ سے مومن جہنم میں جائے گا۔اس کے خلاف فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ باطل ہے۔

نویں حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دنوں سے زیادہ (بغض وحسد کے سبب) قطع تعلق رکھے۔ جوایسا کرے اوراس حال میں اسے موت آئے تو وہ جہنم میں جائے گا۔ سنن ابی داؤد 4/279)

تخریج حدیث: یہ حدیث　　　　(جہنم میں داخل ہوگا) الفاظ کے ساتھ سنن ابی داؤد کے علاوہ السنن الکبریٰ للنسائی، حلیۃ الاولیاء للاصفہانی، مساوی الاخلاق للخرائطی، مسند احمد بن حنبل، کتاب التوبیخ والتنبیہ لابی الشیخ الاصبہانی میں بھی ہی

اور ابونعیم اصفہانی نے لکھا ہے:

یہ حدیث منصور کی روایت سے صحیح ہے۔ اس کی روایت

سفیان ثوری اور شعبہ وغیرہ نے کی ہی

بلاوجہ شرعی بغض وحسد کی وجہ سے مسلمان کا کسی مسلمان سے تین دنوں سے زائد قطع تعلق رکھنا گناہ کبیرہ ہے، اگر کوئی اس حال میں انتقال کرے تو اس کی سزا جہنم

میں جانا ہے اگر اللہ تعالیٰ سزا دینا چاہے گا تو جہنم میں داخل فرمائے گا پھر ایمان کے سبب اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا، اور اگر چاہے گا تو اپنی رحمت سے اسے معاف فرمائے گا کہ صاحب حق سے معافی دلوا کر اسے جنت میں داخل فرمائے گا حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ مومن گناہ کبیرہ کے سبب جہنم میں جائے گا۔اس کے خلاف فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ باطل ہے۔

دسویں حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ جنت میں لے جانے والی چیز کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تقویٰ اور حسنِ اخلاق۔ پھر پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ جہنم میں لے جانے والی چیز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: دو بے ہڈی والے عضو، زبان اور شرم گاہ۔

(سنن ابن ماجہ 2/1418 باب ذکر الذنوب)

تخریج حدیث: ابن ماجہ کے علاوہ یہ حدیث الادب المفرد للبخاری ،سنن الترمذی ،صحیح ابن حبان ،کتاب الزہد لابن المبارک ، للطبرانی ،شرح مشکل الآثار ،شعب الایمان ،مسند ابوداؤد الطیالسی ،مسند احمد ،الزہد الکبیر للبیہقی ، المستدرک علیٰ میں بھی موجود ہے۔

حکمِ حدیث: حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا اور علامہ ذہبی نے بھی اس کو صحیح کہا

حدیثِ مذکور کے مطابق بدزبانی وفحش گوئی، جھوٹ، غیبت، چغل خوری، تہمت وغیرہ زبان سے صادر ہونے والے گناہ، کبیرہ ہیں اور شرمگاہ سے صادر ہونے والا گناہ

زنا گناہِ کبیرہ ہے جس کی وجہ سے زیادہ تر لوگ جہنم میں جائیں گے اور تقویٰ وحسنِ اخلاق کی وجہ سے جنت میں جائیں گی اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن جہنم میں جائے گا۔اس کے خلاف فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ باطل ہے۔

مذکورہ بالا دس احادیث صرف بطور نمونہ ذکر کی گئیں ورنہ درجنوں صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض گناہ گار مومن اپنے گناہوں کے سبب جہنم میں جائیں گے پھر ایمان کے سبب انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا فرقۂ مرجئہ کا یہ عقیدہ کہ گناہ گار مومن کبھی جہنم میں نہیں جائے گا قرآنی آیات وصحیح احادیث کے خلاف اور باطل ہے۔جن آیات واحادیث کو فرقۂ مرجئہ اپنے باطل عقیدے کو حق ثابت کرنے کے لئے پیش کرتا ہے ان سے ان کا عقیدہ قطعا ثابت نہیں ہوتا۔جن آیات واحادیث میں ہے کہ مومن جہنم میں نہیں جائے گا ان کا معنی یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے کوئی مومن جہنم میں نہیں جائے گا۔اگر ان احادیث کا یہ معنی نہ لیا جائے تو کثیر قرآنی آیات واحادیث صحیحہ کا انکار لازم آئے گا بلکہ آخرت میں حساب کتاب، جزا سزا اور میزان عمل وغیرہ سب بے معنی ہو جائیں گے۔

فرقہ مرجئہ کا عقیدہ کتاب وسنت کے خلاف ہے اس لئے اہل سنت وجماعت کے اسلاف کرام نے ان کے باطل عقیدے کی سختی کے ساتھ تردید کی اور کتاب وسنت کے دلائل سے اہل سنت وجماعت کے عقیدہ حقہ کو ثابت کیا کہ ایمان کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے۔نیک عمل والے مومن کا ایمان کامل ہے اور گناہ گار مومن کا ایمان

ناقص ہے۔ نیک عمل سے ایمان کو فائدہ ہوتا ہے اور برے عمل سے نقصان ۔ اہل سنت کے چاروں ائمہ مذاہب امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کا یہی عقیدہ ہے۔ تمام اسلاف اہل سنت نے فرقہ مرجئہ کو باطل فرقہ کہا اور ہر ایک نے اپنے طور پر اس فرقے کی تردید کی۔ امام اعظم ابوحنیفہ نے بھی فرقہ مرجئہ کو باطل فرقہ کہا اور اپنی مشہور کتاب فقہ اکبر میں اس کے باطل ہونے کو واضح لفظوں میں ذکر کیا۔ فرقہ مرجئہ کے خلاف فرقہ خوارج نے تشدد سے کام لیتے ہوئے یہ کہا کہ اگر مومن بندہ گناہ کبیرہ کرتا ہے تو وہ ایمان سے خارج اور کافر ہوجا تا ہے۔ اب ہم نیچے خوارج کے عقیدے کو ان کے دلائل اور دلائل کے جوابات کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

فرقۂ خوارج اور اس کا عقیدہ

خوارج لفظِ خروج سے ماخوذ ہے۔ یہ ایک گمراہ و باطل فرقہ ہے۔ یہ فرقہ حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ظاہر ہوا۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا۔ مسئلہ حکم (فیصل) کے معاملے میں دونوں حکم (فیصل) حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن عاص کے ساتھ حضرت علی، آپ کے اصحاب اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو کافر کہا۔ اس فرقے کے سیاسی و مذہبی اسباب و وجوہات کی تفصیل سے صرف نظر کرتے ہوئے مقام کی مناسبت سے یہاں پر خوارج کے عقائد کو قارئین کے سامنے اجاگر کرنا چاہتا ہوں۔

امام ابو منصور عبد القاہر البغدادی متوفی ۴۲۹ھ نے خوارج کے بیس فرقے بیان کئے ہیں ان میں سے ہر فرقہ دوسرے کو گمراہ کہتا ہے، لیکن تمام فرقے حضرت علی، حضرت عثمان، دونوں حَکَم صحابی رسول، اصحاب جمل، اور مسئلہ حکم میں جو صحابہ بھی راضی تھے سب کو کافر کہنے میں متفق ہیں نیز مجموعی اعتبار سے یہ فرقہ گناہ کبیرہ کے مرتکب مسلمان کو کافر کہتا ہے اور اسے ہمیشہ کے لئے جہنمی قرار دیتا ہے، گرچہ خوارج کی بعض شاخوں کا یہ عقیدہ نہیں
ابو منصور عبد القاہر البغدادی لکھتے ہیں:

(الفرق بین الفرق

ص62)
ترجمہ: صحیح وہ بات ہے جو ہمارے شیخ ابوالحسن رحمہ اللہ نے کہی ہے، کہ خوارج کے تمام فرقے حضرت علی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما، اصحاب جمل اور دونوں حَکَم کو کافر کہنے میں متفق ہیں۔ نیز وہ لوگ جو دونوں حَکَم یا کسی ایک کو درست کہتے ہیں یا ان کے حَکَم ہونے سے راضی ہیں، ان کے نزدیک وہ سب کافر ہیں۔

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ نے خوارج کا عقیدہ اور اس کا رد ذکر کرنے کے بعد بطور الزام یہ تحریر فرمایا:

ترجمہ: حق یہ ہے کہ کہا جائے کہ تمام خوارج ومعتزلہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے وقت بقول ان کے وہ خود کافر ہو گئے۔ وہ خلود فی النار کے مستحق ہیں۔ (التوحید للماتریدی 1 / 334)

واضح رہے کہ مرتکب کبیرہ کو ایمان سے خارج ماننے میں خوارج اور معتزلہ دونوں فرقے متفق ہیں لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ خوارج مرتکب کبیرہ کو کافر مانتے ہیں اور معتزلہ کافر مانتے ہیں نہ مومن۔ ایمان سے خارج ماننے کے باوجود اسے کافر نہیں کہتے بلکہ کفر وایمان کے مابین ایک واسطہ ثابت مانتے ہیں۔ حالاں کہ کفر واسلام کے مابین کوئی واسطہ نہیں۔ جو مومن نہیں وہ کافر ہے، جو کافر نہیں وہ مومن ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مومن فاسق وگمراہ ہو سکتا ہے۔

امام ابن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ نے تحریر فرمایا ہے کہ مرتکب کبیرہ شفاعت کے ذریعہ جہنم سے نجات پائے گا۔ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ پھر اس پر احادیث ذکر کرنے کے بعد یہ تحریر فرمایا ہے۔

(التوحید لابن خزیمۃ

(493 / 1

ترجمہ: میں نے اس فصل میں جن جاہلوں کا ذکر کیا ہے وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک

خوارج ومعتزلہ، جنہوں نے اس بات کا انکار کیا کہ جو(گناہ گار) جہنم میں داخل ہوں گے ان کو جہنم سے نکالا جائے گا۔انہوں نے شفاعت کی ان احادیث کا انکار کیا جو میں نے ذکر کیں۔ دوسرا گروہ غالی مرجئہ کا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اس پر جہنم حرام ہوگئی۔(وہ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا)

خوارج ووہابیہ کے عقیدے میں اشتراک

پہلے آپ نے پڑھا کہ خوارج گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر اور مخلّد فی النار سمجھتے ہیں۔ بلکہ امام ماتریدی فرماتے ہیں کہ مشرک تک سمجھتے ہیں۔ چنانچہ معتزلہ اور خوارج کے رد میں بعض قرآنی آیات ذکر فرمانے کے بعد یہ تحریر فرماتے ہیں:

(التوحید

للماتریدی 1 / 327)

ترجمہ: آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے ان (مومنوں) پر توبہ کو لازم فرمایا، ان کے لئے ایمان ثابت فرماتے ہوئے۔ اور یہ خبر دی کہ توبہ سے اللہ ان کی مغفرت فرمائے گا۔ آیت مذکورہ میں دوطرح کا رد ہے۔ ایک معتزلہ کا رد۔ کہ ان کے نزدیک جو گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوگا اس کے ارتکاب سے ایمان زائل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ آیت

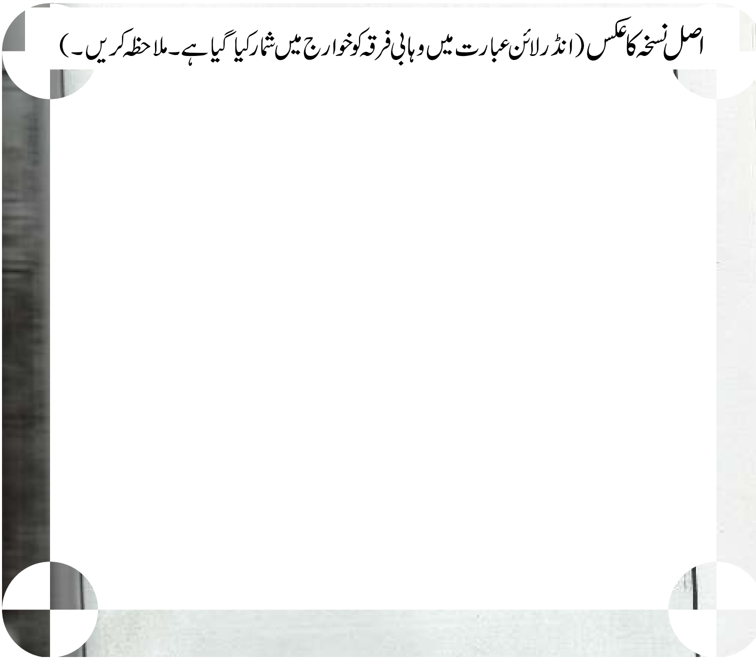
مذکورہ میں گناہ گار کے لئے ایمان ثابت رکھا گیا ہے۔ دوسرا خوارج کا رد۔ کہ وہ کبیرہ گناہ کے مرتکب کو کافر ومشرک ٹھہراتے ہیں حالانکہ اس آیت میں ان کو مومن کہا گیا ہے اور ایمان کے ساتھ کفر وشرک کا ہونا محال ہی

خوارج کا عقیدہ یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ومشرک ہے۔ وہابیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ ان کے گمان کے مطابق جو چیز گناہ ہے اگر چہ درحقیقت گناہ نہ ہو یا فی الواقع گناہ ہو، اس کے مرتکب اہل سنت کو وہ کافر ومشرک کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام الوہابیہ شیخ اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے تعلق سے خود اقرار کیا ہے کہ اس میں بعض جگہ ذرا شدت آ گئی ہے۔ مثلاً بعض گناہ کبیرہ جیسے ریا کاری جو شرک خفی ہے، کو شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ اس سے شورش ہوگی لیکن لڑ بھڑ کر لوگ ٹھیک ہو جائیں گے۔ مولوی اسماعیل دہلوی کو صرف اتنا احساس ہے کہ بعض گناہ کبیرہ جس کو شرک خفی لکھنا چاہئے تھا اس کو شرک جلی لکھ دیا گیا ہے، یہ شدت ہے لیکن اپنی بات کو اٹل رکھتے ہوئے یہ لکھا کہ اس سے شورش ہوگی لیکن لوگ لڑ بھڑ کر خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے

جاہل عوام کی طرف سے مزاراتِ اولیاء پر بعض غیر شرعی امور واقع ہوتے ہیں۔ وہ یقینا گناہ وحرام اور بعض مکروہ ہیں۔ علماء اہل سنت، عوام کو اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ ان سے منع کرتے ہیں لیکن وہابیہ انہیں صرف حرام ومکروہ نہیں کہتے بلکہ شرک کہہ کر مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں۔

بانی وہابیت شیخ ابن عبدالوہاب نجدی نے لکھا تھا کہ دوسو سال سے کوئی مسلمان

اصل نسخہ کا عکس (انڈر لائن عبارت میں وہابی فرقہ کو خوارج میں شمار کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کریں۔)



محرف نسخہ کا عکس (اصل عبارت کو نکال دیا گیا ہے)



قوله: ﴿إنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ﴾ إلخ بيان لوجه عداوته وتحذير من طاعته. قوله: (هذا) أي قوله: ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ إلى آخره، والمعنى من كفر من أول الزمان إلى آخره، فله العذاب الشديد، ومن آمن من أول الزمان إلى آخره، فله المغفرة والأجر الكبير. قوله: (ونزل في أبي جهل وغيره) أي من مشركي مكة، كالعاص بن وائل، والأسود بن المطلب، وعقبة بن أبي معيط وأضرابهم، ويؤيد هذا القول آيات منها: ﴿ليس عليك هداهم﴾. ومنها: ﴿ولا يحزنك الذين يسارعون في الكفر﴾. ومنها: ﴿فلعلك باخع نفسك على آثارهم إن لم يؤمنوا بهذا الحديث أسفاً﴾ وغير ذلك. ففي هذه الآيات تسلية له ﷺ على كفر قومه، وقيل: هذه الآية نزلت في الخوارج الذين يحرفون تأويل الكتاب والسنة، ويستحلون بذلك دماء المسلمين وأموالهم [illegible] استحوذ عليهم الشيطان، فأنساهم ذكر الله، أولئك حزب الشيطان، ألا إن حزب الشيطان هم الخاسرون، نسأل الله الكريم أن يقطع دابرهم. وقيل: نزلت في اليهود والنصارى. وقيل: نزلت في الشيطان، حيث زين له أنه العابد التقي، وآدم العاصي، فخالف ربه لاعتقاده أنه على كل شيء.

ثم حذف عبارة: (كما هو مشاهد الآن في نظائرهم وهم فرقة بأرض الحجاز يقال لها الوهابية ... الخ) !!

قوله: ﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ﴾ أي زين له الشيطان ونفسه الأمارة عمله السيء، فهو من إضافة الصفة للموصوف. قوله: (بالتمويه) أي التحسين ظاهراً بأن غلب وهمه على عقله، فرأى الحق باطلاً، والباطل حقاً، وأما من هداه الله، فقد رأى الحق حقاً فاتبعه، ورأى الباطل باطلاً فاجتنبه. قوله: (لا) أشار بذلك إلى أن الاستفهام انكاري. قوله: (دل عليه) أي على تقدير الخبر، والمعنى حذف الخبر لدلالة قوله: ﴿فَإِنَّ اللهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ﴾ إلخ عليه، وفي هذه الآية رد على المعتزلة الذين يزعمون أن العبد يخلق أفعال نفسه، فلو كان كذلك، ما أسند الإضلال والهدى لله تعالى.

نہیں ۔لہذا علماء حرمین شریفین اور کثیر مسلمانوں کا قتل عام کروایا تھا اور سب کو مباح الدم قرار دیا تھا یہی کام خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا ۔حضرت علی اور آپ کے اصحاب کو مسئلہ تحکیم کے معاملے میں کافر قرار دے کر ان سے قتال کو مباح قرار دیا تھا۔ چنانچہ حضرت علی نے مقام نہروان میں ان سے دفاعی جنگ لڑی تھی اور خوارج کے سردار کو قتل کیا تھا ہندوستان میں امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اس عقیدے کو عام کیا۔انہوں نے یہ لکھا کہ قرب قیامت ایک ہوا چلے گی جس سے سارے مومن مرجائیں گے سو وہ ہوا چل چکی یعنی اب کوئی مسلمان نہ رہا وہابیہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو اس بنیاد پر کافر و مشرک سمجھتے ہیں کہ وہ ائمۂ مذاہب اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام حمد بن حنبل رحمہم اللہ کی تقلید کرنے والے ہیں چنانچہ وہابیوں کی معتبر کتاب فتاویٰ سلفیہ ص 128 پر ہے:

”افسوس ہے کہ غیر مسلم حنفیوں کی آج کل بہت کثرت ہے“

اسی کتاب کے صفحہ 116 پر ہے۔

”یہاں بحمد اللہ نہ کوئی وہابی ہے نہ نجدی، نہ حنفی نہ سہروردی ان وقتی اختراعی نسبتوں سے نہ محبت ہے نہ نفرت نہ کسی سے عشق ہے نہ بغض۔حقیقت اس قدر ہے کہ کتاب اللہ اور سنت سے وابستگی ہے“

اوپر کے اقتباس میں بات کچھ گول مول سی کی گئی ہے لیکن ذیل کے اقتباس میں

وہابی نظریہ بہت واضح ہے۔ملاحظہ کیجئے:

’’شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور شاہ اسماعیل دہلوی کا مشن ایک ہی تھا۔بس دونوں کے طریقۂ تبلیغ میں فرق تھا۔محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ماحول اسماعیل بن عبدالغنی کے ماحول سے کافی مختلف تھا۔محمد بن عبدالوہاب کے قلم اور تلوار دونوں کا رخ ایک ہی طرف رہا۔اس کے قلم کو شکوہ نہیں کہ تلوار نے میرا ساتھ نہیں دیا۔لیکن شاہ شہید کے قلم کو یہ بجا شکوہ ہے کہ اسماعیل کی تلوار نے قلم کو تنہا چھوڑ دیا۔تلوار ہمیشہ سکھوں اور انگریزوں سے مخاطب رہی اور اسماعیل کے قلم کو بعض اوقات دونوں ڈیوٹیاں دینی پڑیں۔ دونوں ذمہ داریاں بقدر امکان اٹھانی پڑیں۔اگر شاہ شہید کی تلوار کا رخ کچھ دیر بریلی اور بدایوں کی طرف ہوجاتا اور قلم کو اس طرح تلوار کی رفاقت نصیب ہوجاتی تو ان حلوے کے شیروں کو قلم سے شکوہ نہ ہوتا‘‘(فتاویٰ سلفیہ ص185)

اقتباسِ مذکور کا صاف وواضح مطلب یہ ہے کہ شاہ اسماعیل دہلوی اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی دونوں کا مشن ایک تھا۔دونوں کا نظریہ ایک تھا۔بس دونوں کے طریقۂ تبلیغ میں فرق تھا۔شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے نزدیک حرمین طیبین کے مسلمان کافر ومشرک، مباح الدم تھے اس لئے انہوں نے وہاں پر ان کا قتل عام کروایا اور بزور شمشیر وہاں خارجیت کی تبلیغ کی ،اور ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی کے نزدیک سارے سنی صحیح العقیدہ مسلمان حنفی،شافعی،حنبلی مالکی کافر ومشرک تھے جن کے خلاف انہوں نے قلمی جہاد کیا اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مشن کی تبلیغ واشاعت

میں زندگی گزاری، لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ انہوں نے شیخ نجدی کی طرح ہندوستان کے سنی مسلمانوں کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی۔ اگر وہ بھی بزور شمشیر اپنے مشن کی تبلیغ کرتے اور سنی مسلمانوں کا قتل عام کرواتے تو آج ہندوستان میں بھی وہابیت کا بول بالا ہوتا۔

وہابیہ خوارج کی نئی شکل ہے۔ دونوں کا طرز فکر، انداز استدلال اور طریقۂ تبلیغ میں بنیادی اشتراک پایا جاتا ہے۔ جس طرح خوارج نے بعض نصوص کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کو کافر ومشرک کہا تھا اسی طرح وہابیہ بھی بعض نصوص کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو کافر ومشرک ٹھہراتے ہیں۔

چنانچہ ابن کثیر نے ابن جریر کے حوالے سے یہ نقل فرمایا ہے:

''ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے۔ ایک خارجی شخص اٹھا اور کہنے لگا: اے علی! تم نے اللہ کے دین میں لوگوں کو شریک بنایا ہے۔ کیوں کہ فیصلہ کا حق صرف اللہ کو ہے (کیوں کہ قرآن میں ہے) پھر ہر طرف سے خوارج کی آواز آنے لگی ''فیصلہ صرف اللہ کے لئے ہے، فیصلہ صرف اللہ کے لئے ہے۔'' یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ۔ یہ ( ) کلمۂ حق ہے کہ فیصلہ صرف اللہ کے لئے ہے لیکن اس کا باطل معنی مراد لیا گیا۔ (البدایہ والنہایہ 7/281)

کثیر بن نمیر کہتے ہیں:

(مصنف ابن ابی شیبہ ماذکر فی الخوارج 7/562)

ترجمہ: ہم (ابن نمیر اوران کے مصاحبین) جمعہ کے لئے حاضر تھے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) منبر پر تھے، اتنے میں ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا: فیصلہ نہیں مگر اللہ کا۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: فیصلہ نہیں مگر اللہ کا۔ پھر مسجد کے گوشوں سے آواز آنے لگی کہ حکم صرف اللہ ہے۔ حضرت علی نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کو کہا اور فرمایا: ہاں ''فیصلہ نہیں مگر اللہ کا،، یہ بات حق ہے لیکن اسے باطل مقصد کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ تمہارے بارے میں اللہ کے فیصلے کا انتظار ہے۔ اس وقت میرے نزدیک تمہاری تین حالتیں ہیں۔ جب تک تم ہمارے ساتھ رہوگے ہم تم کو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے نہیں روکیں گے اور ہم تم سے مال غنیمت نہیں روکیں گے جب تک کہ تمہارے ہاتھ ہمارے ہاتھ کے ساتھ رہیں گے (جب تم ہمارے ساتھ کفار ومشرکین سے قتال کروگے) اور ہم تم سے قتال نہیں کریں گے یہاں تک کہ تم ہم سے قتال کرو۔ یہ کہہ کر حضرت علی پھر خطبہ دینے لگے۔

معلوم ہوا کہ فرقہ خوارج نے قرآن کی آیت   ۔''فیصلہ صرف

اللہ کے لئے ہے،، کا ظاہر معنی مراد لے کر حضرت علی اور آپ کے اصحاب کو مشرک قرار دیا تھا۔ خوارج کا کہنا یہ تھا کہ قرآن میں ہے کہ فیصلہ صرف اللہ کے لئے خاص ہے اور حضرت علی اور ان کے اصحاب نے امیر معاویہ اور ان کے نزاعی معاملے میں دو صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص کو فیصل بنایا۔ تو جو حق اللہ کا تھا انہوں نے بندوں کو دیا۔ لہٰذا وہ سب کے سب مشرک ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے استدلال کو باطل ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ کا ارشاد حق ہے لیکن اس سے جو تم ثابت کرنا چاہتے ہو وہ باطل ہے۔ کیوں کہ آیت کا معنی اگر وہ ہے جو تم کہتے ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ خود اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ شرک کا حکم قرآن میں دیا ہے، کیوں کہ قرآن حکیم میں بندوں کو حَکَم (فیصل) اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

(النساء ۳۵)

ترجمہ: اگر تم، دونوں (میاں بیوی) کے درمیان باہمی اختلاف کا خوف کرو تو ایک حَکَم شوہر کی طرف سے اور ایک حَکَم بیوی کی طرف سے بھیجو، اگر دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ دونوں کے درمیان اتفاق عطا فرمائے گا۔ بے شک اللہ علیم و خبیر ہے۔

وہابیہ اور خوارج درج ذیل اوصاف میں متحد ہیں

☆ حضرت علی، حضرت عثمان، ابو موسیٰ اشعری اور دیگر صحابہ کرام جنہوں نے حضرت علی اور

حضرت امیر معاویہ کے نزاعی معاملات کے تصفیہ کے لئے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو حکم متعین کیا تھا فرقۂ خوارج نے سب کو کافر ومشرک کہا۔

امام الوہابیہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے متبعین کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر ومشرک کہا

☆ خوارج نے ان کے نظریات کو ماننے والوں کے سوا تمام صحابہ کو مباح القتل قرار دیا تھا اور ان سے قتال کیا تھا۔

امام الوہابیہ شیخ ابن عبدالوہاب نجدی نے اپنے ماننے والوں کے سوا حرمین طیبین کے تمام مسلمانوں کو مباح القتل قرار دیا تھا۔

☆ خوارج نے قرآنی آیات کی غلط تاویل کر کے حضرت علی اور آپ کے اصحاب کو کافر ومشرک کہا تھا۔

امام الوہابیہ نے وہ قرآنی آیات جو کفار ومشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہیں انہیں مسلمانوں پر منطبق کر کے مسلمانوں کو کافر ومشرک ٹھہرایا ہے (تفصیل کے لئے اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان دیکھیں)

خوارج کی اس عادتِ بد کی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سب سے بدترین مخلوق قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحیح البخاری میں ہے:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو سب سے بدترین مخلوق سمجھتے تھے ۔آپ نے فرمایا ہے کہ خوارج نے کافروں کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو لے کر مومنوں پر منطبق کر دیا (صحیح البخاری باب قتل الخوارج 9/16)

☆ خوارج بزور شمشیر اپنا مشن عام کرنا چاہتے تھے اور وہابیہ بھی اسی طریقہ کو اپناتے ہیں چنانچہ جلیل القدر محدث تابعی صحاح ستہ کے راوی حضرت ایوب سختیانی متوفی ۱۳۱ھ نے تحریر فرمایا:

(شرح السنہ للبغوی 10/233)

ترجمہ: بے شک خوارج اسلام کے معاملے میں آپس میں مختلف ہو گئے اور تلوار (جنگ وجدال) میں متحد ہو گئے۔

خاتم الفقہاء علامہ سید امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۵۲ھ امام الوہابیہ اوران کے متبعین کو خوارج کے زمرے میں داخل فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: جیسا کہ (خوارج کی طرح) ہمارے زمانے کے ابن عبدالوہاب کے متبعین میں یہ بات واقع ہوئی۔ وہ لوگ نجد سے نکلے اور حرمین (مکہ ومدینہ) پر غالب آ گئے۔ وہ اپنے کو حنبلی المذہب کہلاتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور ان کے عقیدے کے مخالفین مشرک ہیں۔ اس کی وجہ سے انہوں نے اہل السنہ اور علماء اہل سنت کے قتل کو مباح قرار دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہروں کو ویران فرمادیا اور مسلمانوں کے لشکر نے ان پر ۱۲۳۳ھ میں فتح پائی۔

(الدر المختار مع رد المحتار باب البغاۃ 4/262)

احادیث صحیحہ میں خوارج کی ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سب سے بہتر کلام، کلام اللہ اور حدیث رسول کی باتیں کریں گے حالانکہ یہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اتریں گے۔ بس لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایسا کریں گے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جب تمہارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کرتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولنے سے بہتر یہ سمجھتا ہوں کہ آسمان سے گر جاؤں اور جب تمہارے سامنے آپس کی (جنگ کی) بات بیان کرتا ہوں تو یاد رکھو جنگ ''دھوکہ'' ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے

ہوئے سنا: آخری زمانے میں ایک جماعت ہوگی۔ اس کے افراد نوعمر، کم عقل ہوں گے۔ وہ اپنی باتوں میں مخلوق کا سب سے بہتر کلام (حدیث) پیش کریں گے۔ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا۔ (الحدیث) (صحیح البخاری ۴/ ۲۰۰، صحیح مسلم 2/ 746)

☆ فرقۂ خوارج کی ایک علامت یہ ہے کہ اس کے افراد بزرگوں کی بارگاہ میں بے ادبی و گستاخی کرنے میں ذرا بھی خوف نہیں کریں گے۔ یہ گمراہی سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اس موقع پر سامنے آئی تھی جب کہ حضور مالِ غنیمت تقسیم فرمارہے تھے اور ذوالخویصرہ تمیمی نے بڑی بے باکی کے ساتھ بے ادبی کرتے ہوئے کہا تھا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مال بانٹنے میں انصاف کیجئے۔ اس کی گستاخی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کھینچ لی تھی۔ بے ادبی اور گستاخی کی یہی روش آج آپ کو فرقۂ وہابیہ میں نظر آئے گی۔

علامہ ابراہیم جوزجانی متوفی ۲۵۹ھ لکھتے ہیں:

(احوال

الرجال 1/ 11) ترجمہ: پہلے میں خوارج کا ذکر کروں گا کیوں کہ یہ اسلام میں سب سے پہلی گمراہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ظاہر ہوئی تھی جب کہ تمیمی (ذوالخویصرہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ انصاف کیجیے۔

ابن الاثیر لکھتے ہیں:

ترجمہ: ذوالخویصرہ تمیمی کا نام حرقوص بن زہیر ہے۔ وہ خوارج کی اصل ہے۔(اسد الغابہ 2/214)

آج اہل حدیث وہابیہ کے نوجوان ونوعمر لڑکے ابن عبد الوہاب نجدی کے طریقے پہ چلتے ہوئے ائمہ مجتہدین، اسلافِ امت واولیاء وصالحین کے طریق کو یکسر رد کرتے ہوئے بڑی بے باکی کے ساتھ یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ ہم تو صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں، اس کے علاوہ کسی کو نہیں مانتے، حالاں کہ خود قرآن حکیم نے صدیقین، شہداء اور صالحین کے راستے کو صراط مستقیم کہا ہے اور مسلمانوں کو ان کے راستے پہ چلنے کا حکم دیا ہے اور مومنین (کاملین) کے راستے کو چھوڑ کر دوسری راہ چلنے والوں کو جہنم کا مستحق قرار دیا ہے۔(النساء آیت 115)

☆ جس طرح خوارج بظاہر اپنی بات کی تائید میں قرآن وحدیث کو پیش کرتے تھے اور ان کا معنی ومطلب غلط بیان کرتے تھے اسی طرح وہابیہ بھی اپنے باطل عقائد کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث کو دلیل میں پیش کرتے ہیں اور اہل حدیث وہابی نوجوان ونوعمر لونڈے بڑی بے باکی وجرأت کے ساتھ حدیث، حدیث کی رٹ لگاتے ہوئے ائمہ مجتہدین کو صحیح حدیث کے مخالف کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

☆ خوارج کی علامت حدیث شریف میں یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ بت پرستوں اور مشرکوں کو چھوڑیں گے اور مسلمانوں کو قتل کریں گے۔

تاریخ شاہد ہے کہ خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اپنے

مخالفین صحابہ کے ساتھ جنگ کی محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے دور میں حرمین طیبین کے مسلمانوں کا قتل عام کروایا اور ہندوستان میں بانی وہابیت مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے مخالف افغانی مسلمانوں سے قتال کیا، جس میں ان کی موت ہوئی اور ان کے حامیوں نے انہیں یہ کہہ کر شہید کا لقب دے دیا کہ وہ سکھوں سے جنگ کرتے کرتے شہید ہوئی اس جھوٹ کا پردہ فاش کرتے ہوئے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید وذبیح کا ☆ وہ شہید لیلائے نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے

اور ابھی گزشتہ صفحہ میں آپ نے وہابیہ کی معتبر کتاب ''فتاویٰ سلفیہ'' کا اقتباس پڑھا کہ مولانا اسماعیل دہلوی کو صرف قلم سے اہل سنت کے خلاف ''جہاد'' نہیں کرنا چاہئے تھا، بلکہ انہیں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے طریقے پر چلتے ہوئے علمائے اہل سنت مثلاً علماء بدایوں وبریلی وغیرہ سے قتال کرنا چاہئے تھا۔ (مصدر سابق)

اس سے پہلے آپ نے علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ پڑھا کہ انہوں نے وہابیہ کو خوارج میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح علامہ احمد صاوی متوفی ۱۲۴۱ھ نے بھی اپنی کتاب حاشیۃ الصاوی علی الجلالین میں فرقۂ وہابیہ کو خوارج میں شمار کیا ہے

یہ دونوں حضرات اہل سنت وجماعت کے معتمد علماء وفقہاء میں سے ہیں

ان کی کتابیں ہر مکتبہ فکر میں معتبر ومستند مانی جاتی ہیں دونوں حضرات کی بات فرقۂ وہابیہ کے تعلق سے اس لئے زیادہ معتبر ومستند ہے کہ دونوں نے امام الوہابیہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ کا زمانہ پایا ہے۔ دونوں بزرگوں کو شیخ نجدی کے عقائد ونظریات اور ان کی تحریک کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔

علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرقۂ وہابیہ کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: اور کہا گیا کہ یہ آیت (سورہ فاطر کی آیت 6) خوارج کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کتاب وسنت میں معنوی تحریف کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کے خون و مال کو حلال قرار دیتے ہیں۔ آج کل اس کا مشاہدہ ارض حجاز میں اس فرقے میں ہو رہا ہے جو خوارج کی طرح ہے۔ اس فرقے کو وہابیہ کہا جاتا ہے۔ اس کا گمان یہ ہے کہ وہی ہدایت پر ہے۔ آگاہ! بلاشبہ وہ لوگ جھوٹے ہیں ان پر شیطان مسلط ہو گیا ہے۔ شیطان نے انہیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔ یہ شیطان کا گروہ ہے اور درحقیقت شیطان کا گروہ گھاٹے میں ہے۔

فرقۂ وہابیہ کی خیانت

علامہ صاوی نے اپنے حاشیۃ الصاوی میں وہابیہ کے تعلق سے جو بات لکھی ہے، وہ حاشیۃ الصاوی کے درج ذیل معتبر نسخوں میں موجود ہے۔

(۱) نسخہ مطبوعہ باب الحلبی قاہرہ سن اشاعت 1930ء

(۲) نسخہ مکتبہ المشاد الحسینی قاہرہ سن اشاعت 1937ء

(۳) نسخہ دار احیاء التراث بیروت سن اشاعت 1937ء

حاشیۃ الصاوی کے قدیم نسخوں میں متعلقہ عبارت موجود ہے۔ لیکن دار الکتب العلمیہ کا چھپا ہوا ایک نسخہ جس کا سن اشاعت 1995ء ہے راقم کی نظر سے گزرا، اس

سے متعلقہ عبارت کو وہابی محققین نے حذف کردیا ہی کتب تفسیر میں وہابی تحریفات کی یہ ایک مثال ہے ورنہ وہابیہ نے اسلاف کی کتابوں میں حتی کہ کتب تفاسیر واحادیث میں بھی جگہ جگہ تحریف کرڈالی ہے جو اہل سنت وجماعت کے لئے بہت بڑا لمحۂ فکر یہ ہی (حاشیۃ الصاوی کے اصل اور محرف نسخوں کے عکوس ملاحظہ کریں)

حاصل کلام یہ ہے کہ وہابی فرقہ جو آج کل اپنے آپ کو اہل حدیث کہتا ہے وہ در حقیقت فرقۂ خوارج ہے۔خوارج اور وہابیہ کے خیالات ونظریات میں بنیادی طور پر اتحاد پایا جاتا ہی احادیث صحیحہ میں خوارج کی جو صفات وعلامات ذکر کی گئ ہیں وہ فرقۂ وہابیہ میں موجود ہیں۔یہی وجہ ہے کہ قدیم معتبر ومستند علماء اہل سنت نے وہابی فرقہ کو خوارج میں شمار کیا ہے۔

خوارج کے عقیدے کی دلیل

خوارج کا عقیدہ آپ نے پڑھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ان کے نزدیک مومن نہیں کافر ہے۔وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اس باطل عقیدے کی دلیل میں خوارج کی طرف سے ان آیات واحادیث کو پیش کیا جاتا ہے جن کے ظاہری مفہوم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن ہمیشہ جہنم میں رہے گا اُن آیات واحادیث میں سے چند یہ ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لئے میراث کے احکام بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

(النساء:13,14)

ترجمہ: وہ اللہ کی حدود ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اسے ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے آگے بڑھے گا اسے جہنم میں داخل فرمائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے مومن کو قتل کرے۔ (النساء ۹۲) پھر فرمایا:

ترجمہ: اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کا بدلہ جہنم ہے، اس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کی لعنت۔ اور اس نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے (النساء ۹۳)

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے کانوں نے رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اسلام میں آکر اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ کہا (اپنا نسب غیر سے جوڑا) حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں تو جنت

اس پر حرام ہے۔(صحیح البخاری 8/156، صحیح مسلم 1/80 حدیث 114)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شر وفساد سے محفوظ نہ ہو۔

(صحیح مسلم 1/68 حدیث 73)

پہلی آیت جو اوپر ذکر کی گئی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ ورسول کی نافرمانی کرنے والا گناہ گار مومن ہمیشہ جہنم میں رہے گا اسی طرح جو مومن جان بوجھ کر اپنے مومن بھائی کو قتل کرے گا وہ بھی جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور ہمیشگی کا عذاب کافروں کے لئے ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کرنے سے مومن ایمان سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بخاری ومسلم کی مذکورہ حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر اپنے نسب کو دوسرے سے منسوب کرنے والا مسلمان گناہ گار ہے، اس پر جنت حرام ہے۔ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اور دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پڑوسی کو تکلیف دینے والا مسلمان بھی مرتکب کبیرہ ہونے کی وجہ سے ایمان سے خارج ہو گیا، اس لئے وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

یہ تھے خوارج کے دلائل اب ذیل میں ان دلائل کے جوابات قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

خوارج کی دلیل کا جواب

خوارج نے اپنے باطل مدعا کو صحیح ثابت کرنے کے لئے جو دلیل ذکر کی ہے اس

سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ جن آیات واحادیث میں کچھ مخصوص گناہ کبیرہ کے مرتکب مومن کے لئے کہا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اُن سے مراد یہ ہے کہ اُن مخصوص گناہوں کے سبب اگر اللہ چاہے گا تو لمبے زمانے تک انہیں جہنم میں جلائے گا۔ پھر انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا۔ یعنی خُلود فی النار (ہمیشہ جہنم میں رہنا) سے مراد مکثِ طویل (لمبے زمانے تک رہنا) ہے۔ جیسا کہ ہم روزمرہ کی بول چال میں کہتے ہیں۔ فلاں ہمیشہ روزہ رکھتا ہے، ہمیشہ عبادت کرتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کا اکثر وقت عبادت میں گزرتا ہے اور وہ کثرت سے روزے رکھتا ہے۔ لہذا قرآن حکیم کی جس آیت میں یہ ذکر آیا ہے کہ جو مومن کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اُس سے مراد یہ ہے کہ قاتل مومن کی سزا لمبے زمانے تک جہنم میں جلنا ہے۔ جب تک اللہ چاہے گا اسے جہنم میں رکھے گا پھر ایمان کے سبب جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا۔ یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کے قتل کو حلال سمجھ کر اسے قتل کرے تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ کیوں کہ کسی مومن کے ناحق قتل کو حلال سمجھنے کی وجہ سے وہ کافر ہو گیا لہذا ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

اسی طرح جس حدیث میں یہ ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنا نسب اپنے باپ کے علاوہ دوسرے سے جوڑے اس پر جنت حرام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا گناہ گار شخص اول مرحلہ میں جنت میں داخل ہونے کا مستحق نہیں اسی طرح جس حدیث میں ہے کہ وہ شخص جنت

میں داخل نہیں ہوگا جس کے شر وفساد سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو، اس کا معنی یہ ہے کہ ایسا گناہ گار شخص پہلے پہل جنت میں داخل ہونے کا مستحق نہیں۔ یہی معنی ان تمام آیات واحادیث کا بیان کیا جائے گا جن میں کسی مخصوص گناہ کے مرتکب مومن کو مخلّد فی النار (ہمیشہ جہنم میں رہنے والا) کہا گیا ہے یا یہ کہا گیا ہے کہ اس پر جنت حرام ہے۔ یا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اگر اُن آیات واحادیث کا یہ معنی نہ لیا جائے تو اس کے برخلاف اُن آیات و احادیث کا کیا جواب ہوگا جن سے صاف وصریح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مسلمان ایمان والا ہے اور ہر ایمان والا جنتی ہے۔ اگر گناہ کبیرہ کرنے سے مسلمان کافر ہوجاتا ہے تو قرآن حکیم میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث طیبہ میں ا س کو مومن کیوں کہا گیا؟ کیا خوارج یہ کہیں گے کہ جو کچھ قرآن میں ہے اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے وہ غلط ہے؟ ہرگز کوئی مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا۔

خوارج اگر اس پر مُصر ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن، کافر ہوجاتا ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا تو ان کے پاس درج ذیل اور ان آیات واحادیث صحیحہ کا کیا جواب ہے جن میں گناہ گار مومن کو ایمان والا اور ایمان والے کو جنتی کہا گیا ہے، اور یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا اس کو جہنم سے نکالا جائے گا پھر جنت میں داخل کیا جائے گا ؟ چند قرآنی آیات واحادیث صحیحہ ذیل میں ملاحظہ کریں۔

آیت:

(الحجرات:9)

ترجمہ: اور اگر دو مومن گروہ آپس میں لڑیں تو تم ان میں صلح کرادو۔

اس آیت میں خوارج کے عقیدے کا رد ہے۔خوارج کا کہنا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن نہیں رہتا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپس میں لڑنے والے دونوں مومن گروہ کو مومن فرمایا۔حالاں کہ دولڑنے والوں میں ایک ظالم ہوگا اور دوسرا مظلوم اور ظالم بلاشبہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے

آیت:

(البقرہ:178)

ترجمہ: اے ایمان والوتم پر مقتولوں کے معاملے میں قصاص فرض کیا گیا ہے۔

اس آیت میں مقتول کے وارثین اور قاتل دونوں سے خطاب کیا گیا ہے اور قاتل ظالم گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، جسے قرآن کی اس آیت میں مومن کہا گیا ہے لہذا اس سے خوارج کا یہ عقیدہ باطل ہوگیا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن، کافر ہوجاتا ہے۔

آیت:

(الحجرات:11)

ترجمہ: اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور تم

اپنوں کا عیب نہ نکالو اور انہیں بُرے القاب سے نہ یاد کرو۔ کیا ہی بُرا نام ہے فاسق ہونا ایمان کے بعد۔ اور جن لوگوں نے توبہ نہ کی وہی ظالم ہیں۔

آیتِ مذکورہ میں کہا گیا ہے کہ ایمان والے آپس میں ایک دوسرے کا تمسخر نہ اڑائیں۔ بُرے القاب سے ایک دوسرے کو نہ یاد کریں۔ ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کریں۔ کیوں کہ یہ سب گناہ ہیں اور ان کا ارتکاب کرنے والے فاسق ہیں اور مومن ہونے کے بعد فاسق ہونا بُرا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ گار، فاسق بھی مومن ہے۔ خوارج کا اسے کافر کہنا باطل ہے۔

یہ چند قرآنی آیات بطور نمونہ ذکر کی گئیں ورنہ کثیر قرآنی آیات سے ثابت ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ وہ کافر نہیں اور ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔

اب ذیل میں چند صحیح احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے سے مومن بندہ جہنم کا مستحق تو ہوتا ہے لیکن کافر نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔

حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: جنتی جنت میں داخل ہوں گے اور جہنمی جہنم میں جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر ایمان ہے اُسے جہنم سے نکالو۔ انہیں جہنم سے اس حال میں نکالا جائے گا کہ وہ (جل کر) سیاہ ہو چکے

ہوں گے۔ انہیں نہر حیات میں ڈالا جائے گا تو وہ اس طرح نمودار ہوں گے جس طرح سیلاب کے پانی کے کنارے کوئی دانہ اُگتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ دانہ کس طرح کج مج اور زرد ہو کر اُگتا ہے۔ (صحیح بخاری 1/13 حدیث 22، صحیح مسلم 1/172 حدیث 304)

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر خیر (ایمان) ہے تو اسے جہنم سے نکالا جائے گا اور جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں گیہوں کے دانے کے برابر خیر (ایمان) ہے تو اسے جہنم سے نکالا جائے گا اور جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ذرہ برابر خیر (ایمان) ہے تو اسے جہنم سے نکالا جائے گا۔ (صحیح بخاری 1/17 حدیث 44)

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ فرمایا: کیا چودھویں کی رات میں جب چاند کے سامنے بادل نہ ہو، چاند کو دیکھنے کے لئے تم ایک دوسرے سے لڑتے ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ! پھر فرمایا: کیا تم سورج کو دیکھنے کے لئے آپس میں جھگڑتے ہو، جب کہ سورج کے سامنے بادل نہ ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا: اسی طرح تم اپنے رب کو دیکھو گے۔ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔ پھر رب فرمائے گا: ہر شخص اپنے اپنے معبود کے ساتھ ہو جائے۔ سورج کو پوجنے والے، چاند کو پوجنے والے اور بتوں کو پوجنے والے سب الگ الگ ہو جائیں گے اور اس امت کے لوگ باقی رہ جائیں گے۔ ان میں منافق بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے

سامنے آئے گا اور کہے گا: میں تمہارا رب ہوں۔ کہیں گے: ہم تو اپنی جگہ ٹھہرے رہیں گے یہاں تک کہ ہمارے پاس ہمارا رب جلوہ فرما ہو۔ جب ہمارے پاس ہمارا رب جلوہ فرما ہوگا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ ان کے پاس جلوہ فرما ہوگا اور فرمائے گا: ۔میں تمہارا رب ہوں۔تو وہ کہیں گے ہاں تو ہمارا رب ہے۔ رب تعالیٰ انہیں پکارے گا۔ پھر جہنم کی پشت پر صراط قائم کیا جائے گا تو میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رسولوں میں سب سے پہلے اپنی امت کو پُل صرط سے گزاروں گا۔ اس دن رسولوں کے سوا کوئی بات نہیں کرے گا اور رسولوں کی بات بھی یہی ہوگی ۔اے اللہ: سلامتی عطا فرما، سلامتی عطا فرما۔ اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح کیلیں ہوں گی۔ کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کیلیں سعدان کے کانٹوں کی مثل ہوں گی لیکن ان کا سائز کیا ہوگا اللہ ہی جانے۔ وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے حساب سے اُچک لیں گی۔ بعض اپنے عمل کے سبب ہلاک ہوں گے۔ بعض کے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے ہوں گے، پھر نجات پائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ جہنمیوں میں سے جن پر رحمت کا ارادہ فرمائے گا فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو اللہ کی عبادت کرتے تھے انہیں جہنم سے نکالو۔ فرشتے انہیں سجدوں کے نشان سے پہچان لیں گے اور جہنم سے نکالیں گے اور اللہ تعالیٰ جہنم پر حرام فرمادے گا کہ وہ ان کے سجدوں کے نشان کو جلائے ۔وہ جہنم سے نکالے جائیں گے تو ہر (گناہ گار) ابن آدم جس کو آگ جلائے گی اسے جہنم سے نکالا جائے گا۔ ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ ان پر نہر حیات کا پانی چھڑکا جائے گا تو ان کے جسم پہ اس طرح گوشت پوست لگیں گے جس طرح سیلاب کے کوڑے میں

کوئی دانہ اُگتا ہے۔ پھر اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا (جنتی ہمیشہ کے لئے جنت میں، جہنمی ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا) ایک آدمی جنت اور جہنم کے درمیان رہ جائے گا۔ وہ سب سے آخر میں جنت میں جانے والا ہوگا۔ اس کا چہرہ جہنم کی طرف ہوگا۔ وہ کہے گا: اے رب میرے! میرا چہرہ جہنم کی طرف سے پھیر دے۔ اس کی بدبو نے مجھے پریشان کر دیا ہے اور اس کی تپش نے مجھے جھلسا دیا ہے۔ اللہ فرمائے گا: کیا تجھے امید ہے کہ اگر تیرے ساتھ ایسا کیا جائے گا تو اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا: نہیں تیری عزت کی قسم۔ اللہ تعالیٰ اس سے جو چاہے گا عہد و میثاق لے گا اور اس کا چہرہ جہنم کی طرف سے پھیر دے گا۔ جب اس کا رخ جنت کی طرف ہوگا اور وہ اس کی رونق دیکھے گا تو جب تک اللہ چاہے گا وہ شخص خاموش رہے گا پھر کہے گا۔ اے رب میرے! مجھے جنت کے دروازے کے قریب فرما دے۔ اللہ فرمائے گا: کیا تو نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ اس کے سوا کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! میں تیرا نامراد بندہ بننا نہیں چاہتا۔ اللہ فرمائے گا: کیا تجھے امید ہے کہ اگر تیری یہ مراد پوری کر دی جائے تو اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا: نہیں تیری عزت کی قسم، اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا۔ پھر وہ اپنے رب سے جتنا چاہے گا عہد و پیمان کرے گا۔ اللہ اسے جنت کے دروازے کے قریب کر دے گا۔ جب وہ جنت کے دروازے کو دیکھے گا، جنت کی خوبصورتی، اس کی سرسبزی و شادابی اور سرور و مسرت کو دیکھے گا تو جب تک اللہ چاہے گا وہ شخص خاموش رہے گا پھر کہے گا: اے میرے پروردگار! مجھے جنت میں داخل فرما دے۔ اللہ فرمائے گا اے ابن ادم! تو بھی کتنا وعدہ شکن ہے۔ کیا تو نے پختہ عہد و میثاق نہیں کیا تھا کہ جو تجھے دیا گیا اس کے

علاوہ کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا اے میرے پروردگار! مجھے اپنا نامراد بندہ نہ بنا۔ اللہ تعالیٰ اس کی بات سے خوش ہوگا پھر اسے جنت میں داخل فرمادے گا اور فرمائے گا: تمنا کر۔ وہ شخص تمنا ظاہر کرے گا، یہاں تک کہ جب اس کی ساری تمنائیں پوری ہوجائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: فلاں چیز کی تمنا کر، فلاں چیز کی تمنا کر۔ اللہ اسے یاد دلائے گا، یہاں تک کہ اس کی ساری تمنائیں پوری ہوجائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ سب تیرے لئے ہیں اور اتنی ہی اور بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "اس کے لئے دس گنا اور ہے" حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ مجھے بس اتنا ہی یاد ہے کہ "اس کے لئے اتنا ہی اور ہے" حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا: مجھے تو یاد ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "اس کے لئے دس گنا اور ہے" (صحیح البخاری 1 / 116 حدیث 806)

یہ چند احادیث صحیحہ بطور مثال ذکر کی گئیں، ورنہ کثیر احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کے دل میں بھی ایمان ہے اور اس کی موت ایمان کی حالت میں ہوئی، اگرچہ کتنا ہی بڑا گناہ گار کیوں نہ ہو اسے جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں داخل کیا جائے گا کیوں کہ ہر مومن جنت میں جائے گا اور گناہ کبیرہ سے مومن کافر نہیں ہوتا

لہذا خوارج، مرتکب کبیرہ کے دائمی جہنمی ہونے پر جو قرآنی آیات و احادیث بطور دلیل پیش کرتے ہیں، اُن سے اُن کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیوں کہ مرتکب کبیرہ کو

ایمان کے سبب ضرور ایک دن جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں داخل کیا جائے گا۔

اہل سنت کا عقیدہ مرتکب کبیرہ کے بارے میں

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص دل سے اسلام قبول کر لے اور زبان سے اقرار کر لے وہ مومن، مسلمان ہے۔ اگر ایمان لانے کے بعد شریعت کے احکام پر عمل کرتا ہے، فرائض وواجبات وسنن موکدہ کو پابندی سے ادا کرتا ہے، حرام ومکروہ تحریمی وہر گناہ سے بچتا ہے تو بغیر جہنم میں داخل ہوئے جنت میں جانے کا مستحق ہے۔ اللہ اسے جہنم میں داخل نہیں فرمائے گا۔ لیکن جو شخص ایمان لانے کے بعد گناہ میں ملوث رہا اور اسے ایمان کی حالت میں موت آئی تو اگر چہ وہ جہنم میں جانے کا مستحق ہے، اللہ چاہے گا تو اسے معاف فرما دے گا اور جہنم میں داخل نہ فرمائے گا اور چاہے گا تو جہنم میں داخل کر کے گناہ کے حساب سے عذاب دینے کے بعد اسے جنت میں داخل فرمائے گا یہی عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور دور صحابہ سے آج تک تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ رہا ہی سب سے پہلے ہم اسلافِ امت کے اقوال کے حوالے سے اہل سنت کے عقیدے کو ذکر کریں گے، اس کے بعد اس عقیدے کے حق ہونے پر چند قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کو پیش کریں گے۔

☆ امام ابوبکر محمد بن ابی اسحاق الکلاباذی البخاری الحنفی متوفی ۳۸۰ھ نے اللہ کی صفت ''المومن'' کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

ترجمہ: اللہ تعالی مومن کو اس کے ایمان کے سبب اپنے عذاب سے مامون فرما دیتا ہے۔ مومن جب اقرار اور تصدیق والا ہو گیا، فرائض کی ادائیگی کی، ممنوعات سے پرہیز کیا تو اللہ کے عذاب سے مامون ہو گیا۔ اور جس نے تصدیق و اقرار نہیں کیا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (کیوں کہ مومن نہیں) اور جس نے تصدیق و اقرار کیا اور اعمال میں کوتاہی کی تو ہوسکتا ہے کہ اس کو عذاب دیا جائے لیکن ہمیشگی والا عذاب نہیں ہوگا۔ کیوں وہ کہ ایمان کی وجہ سے ہمیشگی کے عذاب سے مامون ہو گیا ہے۔ لیکن مطلق عذاب سے مامون و محفوظ نہیں۔ (التعرف لمذہب اہل التصوف 1 / 80)

اہل سنت و جماعت کے دلائل

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ کتاب وسنت کے مطابق ہے۔ قرآنی ایات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ایمان لانے کے بعد گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا شخص اگرچہ مستحقِ عذاب ہے لیکن کافر نہیں۔ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ اس کے ثبوت پر چند آیات و احادیث صحیحہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

آیت:

(البقرہ:208)

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

حضرت مجاہد نے فرمایا کہ اسلام میں پورے طور پر داخل ہونے کا معنی یہ ہے کہ تمام اعمال اور وجوہِ خیر کو بجالاؤ۔ ضحاک، ابوالعالیہ، اور ربیع بن انس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ پورے طور پر طاعت میں داخل ہو جاؤ۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵٦۵)

آیت مذکورہ میں ایمان والوں سے خطاب ہے کہ پورے طور پر اسلام کے احکام بجالاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے بعض احکام کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والا شیطان کی پیروی کرنے والا ہے اور اللہ کے نزدیک مبغوض و مستحق عذاب ہے۔ باوجود اس کے وہ شخص مومن ہے، لیکن مومنِ کامل نہیں۔

آیت: ۔(النساء:19)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم عورتوں کے زبردستی وارث بن جاؤ۔

زمانۂ جاہلیت کا طریقہ تھا کہ جب کوئی آدمی بیوی کو چھوڑ کر انتقال کر جاتا تو میت کے وارثین اس عورت کے زبردستی وارث ہو جاتے تھے۔ جو چاہتا اس سے نکاح کر لیتا یا اپنے پاس بغیر نکاح کے روک رکھتا اور اسے نکاح سے روک دیتا تھا، یہاں تک کہ اسے موت آجاتی تھی۔ اسلام لانے کے بعد بھی زمانۂ جاہلیت کا یہ طریقہ کچھ لوگوں میں

رائج تھا قرآن نے سختی کے ساتھ اس سے روک دیا اور زور زبردستی سے ایسی عورت کے وارث بننے کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ امام بخاری، ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے اور ابن جریر، ابن المنذر ابن ابی حاتم نے عکرمہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی تفسیر نقل فرمائی ہے۔ (الدرالمنثور 2/462)

زبردستی میت کی عورت سے نکاح کر لینا یا اس کو نکاح سے روک دینا گناہ کبیرہ و حرام ہے۔ اگر خوارج کے بقول گناہ کبیرہ سے آدمی مومن نہیں رہتا تو قرآن ایسے لوگوں کو ''ایمان والو'' کہہ کر مخاطب نہ کرتا۔ معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ سے ایمان ختم نہیں ہوتا، گرچہ ایمان کامل نہیں رہتا اور گناہ گار مومن جہنم کا مستحق ہوتا ہے۔

آیت:

(التوبہ:۳۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! کیا وجہ ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ تم اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) گروہ بن کر نکلو تو تم نے سستی دکھائی زمین کی طرف جاتے ہوئے۔ کیا تم آخرت کے بدلے دنیاوی زندگی سے راضی ہو؟ دنیاوی زندگی کی متاع آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔

غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ صحابہ پیچھے رہ گئے تھے۔ مذکورہ آیت میں ان پر اللہ کی طرف سے عتاب کیا گیا کہ تم اپنی زمین کی سرسبزی و شادابی میں اتنے کھو گئے

اور دنیا وی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی کہ غزوہ کے لئے نہیں نکلے۔ (تفسیر ابن کثیر 4/153)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے باوجود بعض حضرات کا غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانا ایک گناہ کبیرہ تھا جس کی وجہ سے ان پر اللہ کی طرف سے عتاب ہوا اور وہ سخت آزمائش میں مبتلا کئے گئے اور بالآخر سب کی توبہ قبول ہوئی، جس کا ذکر قرآن میں ہی اگر اس گناہ کبیرہ کے سبب وہ ایمان سے خارج ہوئے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ یوں قبول نہ فرماتا اور انہیں مومن نہ فرماتا بلکہ انہیں دوبارہ ایمان لانے کا حکم دیتا انہیں مومن کہا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

آیت:

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا یقیناً بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔ (الاحزاب:70)

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو تقویٰ اختیار کرنے اور صحیح بات کہنے کا حکم دیا اور ان سے یہ معاہدہ فرمایا کہ وہ ان کے اعمال کی اصلاح فرمائے گا اور ان کے گناہوں کو معاف فرمائے گا اگر گناہ سے ایمان ختم ہوجاتا تو اللہ تعالیٰ انہیں مومن کہہ کر مخاطب نہ فرماتا اور ان کے گناہوں کی مغفرت کی بات نہ کہتا۔ کیوں

کہ کافر جب تک کفر سے توبہ کر کے ایمان نہ لائے اس کے گناہ معاف نہیں ہوتے۔

آیت: (الصّف:2)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم وہ کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔

آیت کا سبب نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر ہم کو یہ معلوم ہوتا کہ اللہ کو سب سے زیادہ کون سا عمل پسند ہے تو ہم وہی عمل کرتے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ترجمہ: بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس طرح صف بستہ ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

جب یہ آیت اُتری تو جہاد فی سبیل اللہ کا حکم، جس کا آیت میں ذکر ہے، ان پر بہت شاق گزرا اور انہوں نے اسے ناپسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے پھر یہ آیت کریمہ اتاری:

اے ایمان والو تم وہ بات کیوں

کہتے ہو جو کرنے والے نہیں یہ سن کر حضرت ابو رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہمیشہ جہاد میں رہوں گا یہاں تک کہ مجھے شہادت نصیب ہو جائے۔ چنانچہ آپ شہید ہوئی (الدر المنثور للسیوطی 2/551)

آیت مذکورہ میں غور کریں۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ آدمی کے قول و عمل میں تضاد گناہ کبیرہ ہے۔ دورِ رسالت میں کچھ لوگوں نے اس کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں

تنبیہ فرمائی اور وہ اس سے باز آئے۔لیکن اللہ نے انہیں ''اے ایمان والو'' کہہ کر خطاب فرمایا۔اس سے معلوم ہوا کہ مومن اگر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے تو ایمان سے خارج ہوکر کافر نہیں ہوتا۔جیسا کہ فرقۂ خوارج کا عقیدہ ہے۔

آیت

(الحجرات:9)

ترجمہ:اگر مومنوں کے دوگروہ آپس میں لڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کراؤ۔پھر اگر دونوں میں سے ایک گروہ دوسرے کے خلاف بغاوت کرے تو بغاوت کرنے والے گروہ سے تم قتال کرو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔اگر پلٹ آئے تو دونوں میں انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف قائم کرو۔بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے خلاف بغاوت وسرکشی کرنا اوران سے قتال کرنا گناہ کبیرہ ہے۔یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی سرکوبی کے لئے باغی وسرکش گروہ سے مسلمانوں کو قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ گروہ اس سے باز آجائے۔پھر دونوں گروہ میں عدل وانصاف کے ساتھ صلح کرانا ضروری ہے۔اتنے عظیم گناہ کے مرتکب مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے کافر نہیں فرمایا۔اس سے ثابت ہوا کہ شرک و کفر کے سوا گناہ چاہے جتنا بڑا ہو اس کے مرتکب مومن کو کافر کہنا درست نہیں۔لہذا

فرقۂ خوارج کا، مرتکب کبیرہ کو کافر کہنا اور انہیں ہمیشہ جہنم میں رہنے والا قرار دینا باطل ہے۔

آیت:

(الحجرات:12)

ترجمہ: اے ایمان والو! زیادہ گمان کرنے سے بچو۔ بے شک بعض گمان گناہ ہے اور ٹوہ میں نہ لگو اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارا کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے؟ تم اسے ناپسند کرو گے۔ اور اللہ سے ڈرو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا رحم والا ہے۔

بدگمانی، عیب جوئی وغیبت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو منع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ گناہ ہیں۔ لیکن ان گناہوں کے مرتکب بندوں کو اللہ نے کافر نہیں فرمایا بلکہ انہیں ''اے ایمان والو'' کہہ کر مخاطب فرمایا اور فرمایا کہ غیبت کرنے والا گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے والا ہے۔ جس طرح مردہ مومن بھائی کا گوشت کھانا نہایت مذموم اور حرام ہے اسی طرح مومن بھائی کی غیبت کرنا بھی سخت مذموم وحرام ہی غیبت گناہ کبیرہ ہے۔ اگر اس کے ارتکاب سے مومن ایمان سے خارج ہو جائے تو وہ اپنے مومن بھائی (جس کی غیبت کی) کا بھائی کہاں رہا۔ مومن مومن کا بھائی ہے نہ کہ کافر کا۔ معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ سے مومن بندہ کافر نہیں ہوتا، اگرچہ اس کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق ہوتا ہی چنانچہ حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور دونوں کو عذاب کسی بڑی بات کی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے (وہ چاہتے تو اس سے آسانی سے بچ سکتے تھے) دونوں میں سے ایک اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا غیبت اور چغلی کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک کھجور کی تازہ شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا دونوں کی قبر پر گاڑ دیا اور فرمایا: امید ہے کہ جب تک دونوں شاخ خشک نہیں ہوں گی دونوں کے عذاب میں تخفیف ہوگی (صحیح البخاری باب الغیبۃ 8/16)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں گناہ گار بندوں کی قبر پہ کھجور کی تر شاخ گاڑنے کے بعد فرمایا: امید ہے کہ دونوں کے خشک ہونے تک عذاب میں تخفیف ہوگی اگر گناہ کبیرہ کی وجہ سے دونوں صاحب قبر کافر ہو چکے ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے عذاب کی تخفیف کے لئے یہ عمل نہ کرتے۔ کیوں کہ اس طرح کے عمل سے کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی۔

اہل سنت کے عقیدے کے حق ہونے پر بطور نمونہ یہ چند آیات واحادیث پیش کی گئیں، جن میں سے بعض کا ذکر مقام کی مناسبت سے پہلے بھی آچکا ہے مذکورہ تمام آیات قرآنیہ سے اہل سنت و جماعت کے عقیدے کا حق ہونا واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد آدمی اگر گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ جہنم کے عذاب کا مستحق ہے

لیکن مومن ہے، کافر نہیں۔لہذا کافروں کی طرح ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔

اہل سنت کے دلائل پر خوارج کے اعتراضات کے جوابات

اعتراض: قرآن حکیم سورۃ النساء آیت ۹۲۔ ۹۳ میں ہے کہ کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ کسی مومن کو قتل کری اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس کا بدلہ جہنم ہے۔اس میں وہ ہمیشہ رہے گا مومن کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس کے مرتکب کا بدلہ ہمیشہ جہنم میں جلنا ہے۔اس سے پتہ چلا کہ گناہ کبیرہ سے مومن کافر ہو جاتا ہے۔کیوں کہ ہمیشگی کا عذاب کافر ہی کے لئے ہے۔

جواب: مومن کی شان یہ ہے کہ پورے قرآن پر ایمان رکھے۔علماءِ یہود کی طرح نہ کرے جو اپنے مطلب کے لئے تورات کے بعض احکام کو مانتے تھے اور بعض کو نظر انداز کر دیتے تھے۔

سورۃ النساء کی مذکورہ آیت کی بنیاد پر اگر مرتکب کبیرہ مومن کو کافر کہا جائے تو قرآن کی ان تمام آیات کا کیا جواب ہوگا جن میں صراحت کے ساتھ گناہ کبیرہ کے مرتکب مومن کو مومن کہا گیا ہے؟ مثلاً سورۃ الحجرات آیت :۹ میں مومن گروہ کے خلاف مومن باغی گروہ سے قتال کرنے کا حکم ہے، اس کے باوجود باغی گروہ کو مومن کہا گیا ہے حالانکہ باغی وظالم گروہ مرتکب کبیرہ ہے۔اگر مرتکبِ کبیرہ کافر ہے تو اسے قرآن میں مومن کیسے کہا گیا؟ سورۃ البقرۃ آیت 178 میں ہے کہ اے ایمان والو تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص فرض کیا گیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ قاتل پر قصاص فرض ہے

اور قصاص معاف ہوجانے کے بعد اگر دیت طے ہوتی ہے اور اس میں کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کے لئے سخت عذاب ہی یہ زیادتی یعنی قصاص معاف ہونے کے بعد قاتل کو قتل کرنا یا دیت متعین ہونے کے بعد دیت ادا کرنے سے انکار کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس پہ دردناک عذاب کی وعید بھی سنائی گئی ہے باوجود اس کے زیادتی کرنے والے گناہ گار کو ایمان والا کہا گیا ہی اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ سے مومن کافر نہیں ہوتا اس طرح کی کثیر آیات ہیں جن میں صاف اور صریح لفظوں میں مرتکب کبیرہ کو مومن کہا گیا ہے۔ ان میں سے بعض آیات اس سے پہلے ذکر کی گئی ہیں

خوارج کی طرف سے اعتراض میں جو آیت پیش کی گئی وہ اور اس طرح کی دیگر آیات و احادیث جن کے ظاہر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مرتکب گناہ کبیرہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اہل سنت و جماعت ان کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ اُن آیات و احادیث میں ہمیشہ جہنم میں رہنے سے مراد یہ ہے کہ ایسے کبیرہ گناہ والے لمبے زمانے تک جہنم میں رہیں گے۔ کلام عرب میں خلود اور دوام (ہمیشگی) زمانۂ دراز کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہماری زبان میں بھی لفظ ''ہمیشہ'' زمانۂ دراز کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلا کہا جاتا ہے فلاں ہمیشہ عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ فلاں کا زیادہ وقت عبادت میں گزرتا ہی یا ان اٰیات و احادیث کا معنی یہ ہے کہ ان کبائر کو جائز سمجھ کر کرنے والا کافر ہے۔ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اگر ان

آیات واحادیث کا یہ معنی مراد نہ لیا جائے تو ان تمام آیات واحادیث صحیحہ کا انکار لازم آئے گا جن میں مرتکب کبیرہ کو مومن کہا گیا ہے اور اس کے لئے جہنم سے آزادی کا ذکر ہی اہل سنت و جماعت اُن کا جو معنی بیان کرتے ہیں وہ قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کے موافق ہی جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔آپ سفید چادر اوڑھے ہوئے آرام فرمارہے تھے۔ میں واپس چلا گیا۔ پھر آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے۔آپ نے فرمایا: جو بندہ بھی لا الٰہ الا اللہ کہے اور اسی حال میں اس کو موت آئے تو وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کی: اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے۔فرمایا: اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے۔ میں نے عرض کیا: اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے۔فرمایا: اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے۔ میں نے عرض کیا: اگرچہ زنا کرے ، اگرچہ چوری کرے۔ فرمایا: اگرچہ زنا کرے ، اگرچہ چوری کرے۔ابوذر کی ناک خاک آلود ہو پھر بھی (اگرچہ ابوذر کو یہ ناپسند ہو) (صحیح البخاری 7/149)

ایک طرف یہ صحیح حدیث اور دوسری طرف زنا اور چوری کے سخت گناہ کبیرہ ہونے پر قرآنی آیات وصحیح احادیث چنانچہ قرآن حکیم سورۃ النور آیت ۱۔۲ میں ہے کہ زانیہ اور زانی دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور دین کے معاملے میں دونوں کے حق میں تم نرمی نہ کرو، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی

سزا کے وقت مومنوں کا ایک گروہ حاضر رہی سورۃ الاسراء آیت ۳۲ میں ہے کہ تم زنا کے قریب نہ جاؤ۔ یقینا وہ بڑا فحش گناہ ہے اور بُرا راستہ ہے سورۃ المائدہ آیت ۳۸ میں ہے کہ چورا اور چورنی کا ہاتھ کاٹو دونوں قسم کی آیات واحادیث کو ماننا ضروری ہے۔ یعنی مومن زنا کار اور چور سخت گناہگار مستحق سزا و عذاب ہیں لیکن کافر نہیں، لہذا گناہ گار مومن جہنم میں جلنے کے بعد پھر جنت میں داخل ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایمان ہے تو آدمی جنت میں ضرور جائے گا لہذا گناہ کبیرہ سے کچھ نقصان ہونے والا نہیں تو یہ بھی قرآنی آیات واحادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ کیوں کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ گناہ کبیرہ کے سبب مومن جہنم میں جائے گا اور اگر یہ کہا جائے کہ ایمان والا شخص اگر گناہ کبیرہ مثلا زنا یا چوری کرے تو وہ کافر ہوجاتا ہے، وہ ہمیشہ جہنم میں جلے گا تو یہ بات بھی قرآن وصحیح احادیث کے خلاف ہے لہذا افراط وتفریط سے بچتے ہوئے دونوں کے بیچ اعتدال کا راستہ اختیار کرنا ضروری ہے جس سے بعض قرآنی ایات واحادیث صحیحہ کا انکار لازم نہ آئے چنانچہ اہل سنت وجماعت نے کہا کہ جن آیات واحادیث میں مرتکب کبیرہ کے تعلق سے یہ آیا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، ان کا معنی یہ ہے کہ زمانۂ دارز تک جہنم میں رہے گا، یا ہمیشہ رہنا مراد ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کو حلال سمجھ کر کرنے والا کافر ہونے کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور جن احادیث میں آیا ہے کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا یا جنت اس پر حرام ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ گناہ کبیرہ کے ساتھ

ابتدائً جنت میں نہیں جائے گا۔ یا گناہ کو حلال سمجھ کر کرے تو اس پر دخولِ جنت حرام ہے۔ گناہ گار مومن کو اللہ چاہے تو یہ سزا دے اور چاہے تو معاف فرما دے کیوں کہ اس نے مومن بندوں کے حق میں فرمایا ہے کہ شرک و کفر کے سوا وہ چاہے گا تو ہر گناہ معاف فرما دے گا۔

اعتراض: حدیث شریف میں ہے ” “ ترجمہ: جس نے نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔

جان بوجھ کر بلا عذر نماز چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے اور اس کے مرتکب کے حق میں کہا گیا کہ اس نے کفر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کرنے سے مومن ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

جواب: اس حدیث کے معنی میں تاویل کرنا ضروری ہے ورنہ بہت سی قرآنی آیات واحادیث صحیحہ کا انکار لازم آئے گا اگر میں ” “ کا اصطلاحی معنی مراد لیا جائے جو کہ ایمان کی ضد ہے تو ” ‘ میں تاویل کی جائے گی اور معنی یہ ہوگا کہ جس نے نماز کو بطور استخفاف واہانت ترک کیا اس نے کفر کیا اور ایمان سے خارج ہو گیا اور اگر ترک صلوٰۃ سے مراد تساہل وغفلت کی بنیاد پر ترک کرنا ہو تو ” “ میں تاویل ہوگی اور معنی یہ ہوگا کہ جس نے تساہل وسستی اور غفلت سے نماز ترک کیا اس نے کافروں کا عمل کیا۔ یا گناہ کبیرہ کر کے اللہ کی سخت ناشکری و نافرمانی کی۔ یا مطلب یہ ہے کہ ترک صلوٰۃ اتنا بڑا گناہ ہے کہ کفر تک پہنچانے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اس لئے اس پر کفر کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ ابو حاتم فرماتے ہیں:

ترجمہ: مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترکِ صلاۃ کو کفر فرمایا ہے۔ وہ اس لئے کہ ترکِ صلاۃ کفر کی پہلی سیڑھی ہے۔ جب آدمی ترکِ صلاۃ کا عادی ہو جائے گا تو دوسرے فرائض کو بھی چھوڑے گا اور جب فرائض کے ترک کا عادی ہو گا تو یہ انکار تک پہنچائے گا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفر کے شعبوں میں سے پہلے شعبے (ترکِ صلاۃ) کو سب سے آخری شعبے (کفر) کا نام دے دیا۔ (صحیح ابن حبان مع تعلیقات الالبانی 4/322)

ارجاءِ مذموم وارجاءِ ممدوح

سعودی عالم شیخ محمد بن عبدالرحمن الخمیس (استاذ کلیۃ اصول الدین جامعۃ محمد بن سعود الاسلامیۃ الریاض) نے ارجاء کی چار قسمیں لکھی ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم کا ارجاء یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ ایمان معرفت قلب کا نام ہے۔ اس کے حاصل ہونے کے بعد کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ ایسا گناہ کبیرہ کرنے والا مومن کبھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ اس فرقے کو انہوں نے مرجئہ غالیہ اور مرجئہ جہمیہ کہا ہے، اور اہل سنت کا وہ گروہ جو یہ کہتا ہے کہ ایمان

تصدیقِ قلبی کا نام ہے لیکن اقرار اس کے لئے شرط ہے، بغیر اقرار کے کوئی مومن نہیں کہلائے گا اور تصدیق و اقرار کے باوجود بغیر نیک اعمال کے ایمان کامل نہیں ہوگا، گناہ کبیرہ کرنے سے اگرچہ بندہ ایمان والا رہے گا لیکن اس کا ایمان ناقص ہوگا اور وہ جہنم میں جانے کا مستحق ہوگا۔ اگر اللہ چاہے تو اپنے عدل سے اسے جہنم میں داخل فرمائے پھر ایمان کے سبب اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے یا معاف کر دے اور جہنم میں سرے سے داخل ہی نہ کرے، اس گروہ کا یہ نظریہ بھی ارجا ہے۔ شیخ نے اس کو ارجاء کی چوتھی قسم قرار دیا ہی پھر یہ لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے زمانے میں دو قسم کا ارجاء پایا جاتا تھا پہلی قسم کا ارجاء جس کے ماننے والوں کو مرجئہ جہمیہ کہا جاتا تھا اور چوتھی قسم کے ارجاء والے اہل سنت و جماعت تھے۔ انہیں اہل سنت ہی کہا جاتا تھا۔ اس کے مقابلے میں فرقۂ مرجئہ کو اہل سنت سے خارج اور گمراہ کہا جاتا تھا۔

اہل سنت پر مرجئہ ہونے کا الزام

چونکہ فرقۂ مرجئہ اور اہل سنت اس بات میں متفق ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن ہے اور دونوں میں اس بات میں اختلاف ہے کہ گناہِ کبیرہ سے ایمان کو کچھ نقصان ہوتا ہے یا نہیں؟ اہل سنت کے نزدیک نقصان ہوتا ہے اور مرجئہ کے نزدیک نقصان نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے خوارج مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں، لہذا خوارج نے مرجئہ اور اہل سنت کی متفقہ بات کو حیلہ بنا کر اہل سنت پر بھی ارجاء کا الزام رکھا اور اسے بھی مرجئہ کہنا شروع کیا حالاں کہ اہل سنت کے عقیدے کو اگر ارجاء کہا جائے تو یہ ارجاء

محمود و پسندیدہ ہے۔ کیوں کہ یہ عقیدہ کتاب وسنت کے مطابق ہے۔لیکن دشمنوں نے غلط معنی ومفہوم کے لحاظ سے اہل سنت کو اہل ارجاء یا مرجئہ کہا۔اس بُرے معنی ومفہوم سے امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب بَرَی تھی   چنانچہ شیخ محمد بن عبدالرحمن الخمیس لکھتے ہیں:

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کے زمانے میں صرف پہلی اور چوتھی قسم کا ارجاء تھا۔ چنانچہ آپ پہلی قسم کے ارجاء کا رد کرتے تھے اور چوتھی قسم کا قول کرتے تھے۔جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ایمان صرف معرفت (اسلام کو حق جان لینے) کا نام ہے اور اہل قبلہ چاہے جتنے گناہ کرلیں جہنم میں داخل نہیں ہوں گے اور ایمان کے ساتھ معصیت کچھ نقصان دینے والی نہیں، امام ابوحنیفہ نے کھلے الفاظ میں ان کا رد کیا ہی   (اصول الدین عندالامام ابی حنیفہ 1/ 8)

امام اعظم پر الزام اور اس کے بطلان کے دلائل

☆ **پہلی دلیل:** امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، امام حسن بن زیاد، وغیرہ کے علم وفضل سے بعض علماء کو سخت حسد پیدا ہو گیا تھا جس کی بنیاد پر انہوں نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر بے جا الزامات لگائے ہیں۔کسی نے ان پر حدیث کے مقابلے میں قیاس کو ترجیح دینے کا الزام رکھا۔کسی نے انہیں فرقۂ جہمیہ میں

سے کہا۔ کسی نے مرجئی کہا۔ کسی نے سوءِ حافظہ کا شکار بتایا۔ تمام الزامات کی بنیاد بغض وحسد ہی کیوں کہ جمہور اسلاف امت محدثین وفقہاء مجتہدین نے امام اعظم ابوحنیفہ کو اہل سنت کا امام، امام الفقہاء والمحدثین اور صاحب زہد وتقویٰ تسلیم کیا ہے۔

☆ **دوسری دلیل:** قاضی بصرہ عثمان بتی کو یہ خبر ملی کہ امام ابوحنیفہ مرجئہ کی طرح رائے رکھتے ہیں، تو انہوں نے امام ابوحنیفہ کو مرجئی سے خطاب کیا۔ جب یہ بات امام ابوحنیفہ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے عثمان بتی کے نام ایک رسالہ لکھا اور ان پر عائد ہونے والے الزام سے اپنی برأت ظاہر کی۔

شیخ خمیس لکھتے ہیں:

ترجمہ: یہ مختصر رسالہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ رسالہ امام ابوحنیفہ نے قاضی بصرہ عثمان بتی کو اس خطاب کے رد میں لکھا تھا جس سے بتی نے آپ کو مخاطب کیا تھا کیوں کہ بتی کو یہ خبر پہنچی تھی کہ امام ابوحنیفہ مرجئہ کی طرح رائے رکھتے ہیں۔ یہ بات ان پر بڑی شاق گزری اور انہوں نے امام ابوحنیفہ کو مخاطب کر کے خط لکھا۔ اس کے جواب میں امام ابوحنیفہ نے یہ رسالہ لکھا اور ارجاء سے اپنی برأت ظاہر کی۔

(اصول الدین عندالامام ابی حنیفۃ 1 / 134)

امام ابوحنیفہ نے عثمان بتی کو یہ تحریر فرمایا تھا:

ترجمہ: آپ نے جن لوگوں کو مرجئہ کا نام دیا ہے۔ان کا کیا گناہ ہے؟ انہوں نے تو انصاف کی بات کہی ہے (کہ مرتکب کبیرہ مومن کافر نہیں ،لہذا وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ ایمان کے سبب جنت میں جائے گا)انہیں گمراہوں نے مرجئہ نام دیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اہل عدل واہل السنہ ہیں۔انہیں مرجئہ نام دینے والے ان کے دشمن ہیں۔(اصول الدین ۱ / ۱۷۸ بحوالہ رسالۃ ابی حنیفۃ للبتی ص ۳۵ ۱)

ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب احناف پر ارجاء کا لزام لگانے والے درحقیقت خوارج وروافض ودیگر گمراہ فرقے اوران کے حاسدین ودشمن ہیں

امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب اس الزام سے بری ہیں

☆ **تیسری دلیل:** امام ابوجعفر محمد طحاوی حنفی جن کا شمار فقہ حنفی کے ائمہ مجتہدین فی المسائل میں ہوتا ہے۔اہل السنہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ترجمہ: ہم یہ نہیں کہتے کہ ایمان کے ساتھ گناہ گار کا کوئی گناہ نقصان نہیں کرتا۔ مومنین محسنین کیلئے ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ ان کے گناہ معاف فرمائے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ ہم ان کے تعلق سے عذاب سے بے خوف نہیں ہیں اور ان کے لئے جنت کی گواہی نہیں دیتے۔ ہم ان کے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں اور ان پر عذاب کا خوف کرتے ہیں لیکن ان کی معافی سے ناامید نہیں ہوتی

(العقیدۃ الطحاویۃ بتعلیق الالبانی ص 41)

اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ احناف پر ارجاء کا الزام باطل ہے۔ ان کا عقیدہ اہل سنت و جماعت کے عقیدے کے مطابق ہی وہ مرجئہ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ کوئی گناہ گار مومن جہنم میں نہیں جائے گا اور خوارج کی طرح یہ بھی نہیں کہتے کہ کوئی گناہ گار مومن جنت میں نہیں جائے گا کیوں کہ مرجئہ اور خوارج دونوں فرقے باطل ہیں۔

☆**چوتھی دلیل**: اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ گناہ کبیرہ والا مومن مستحق عذاب ہے۔ اللہ چاہے تو عدل سے اسے عذاب دے اور چاہے تو اپنے فضل سے معاف کردی یہی عقیدہ امام اعظم ابوحنیفہ کا بھی ہی

چنانچہ آپ کا یہ قول منقول ہے:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل فرمانے والا ہے۔ عادل ہے۔ کبھی اپنے فضل سے بندے کے استحقاق سے کئی گنا زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے اور کبھی عدل سے گناہ پر سزا دیتا ہے اور کبھی اپنے فضل سے معاف فرما دیتا ہے۔ (الفقہ الاکبر ص 61)

امام ابوحنیفہ نے مزید فرمایا ہے:

ترجمہ: ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ مومن کو گناہ نقصان نہیں پہنچاتے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ گناہ گار مومن جہنم میں نہیں جائے گا اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ فاسق مومن اگر دنیا سے ایمان کے ساتھ نکلا تو وہ ہمیشہ جہنم میں جلے گا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور گناہ معاف کر دئے گئے ہیں، جیسا کہ فرقۂ مرجئہ کا عقیدہ ہے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ

جس شخص نے کوئی نیک عمل کیا اس کے تمام شرائط کے ساتھ، اس عمل کو فاسد کرنے والے تمام عیوب سے خالی کر کے اور اس نیک عمل کو کفر وارتداد اور اخلاق سئیہ سے باطل نہیں کیا، یہاں تک کہ دنیا سے حالت ایمان میں نکلا تو اللہ تعالیٰ اس کے نیک عمل کو ضائع نہیں فرمائے گا بلکہ قبول فرمائے گا اور اس کا ثواب عطا فرمائے گا۔ اور جس نے کفر وشرک سے بچتے ہوئے کوئی گناہ کیا اور توبہ نہیں کی یہاں تک کہ حالتِ ایمان میں اس کو موت آئی تو وہ مومن ہی وہ اللہ کی مشیت پر ہے۔ اللہ چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو معاف فرمائے اور بالکل عذاب نہ دے (الفقہ الاکبر 1/ 47)

الزام کا بطلان علماء غیر مقلدین واہل حدیث کے اقوال سے

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مرجئ ہونے کا الزام غلط ہے۔ بلاشبہ آپ اہل سنت بلکہ امام اہل سنت تھے۔ اس حقیقت کا بعض علماء اہل حدیث نے بھی اپنی کتابوں میں اعتراف کیا ہے۔

ذیل میں بعض علماء اہل حدیث کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔

☆ شیخ محمد بن عبدالرحمن الخمیس استاذ شعبۂ عقائد ومذاہب، کلیۃ اصول الدین جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ الریاض

انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے ''اصول الدین عندالامام ابی حنیفۃ'' اس میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس خبیث مذہب (ارجائ) کے رد میں یہ فرمایا ہے:
''ہم یہ نہیں کہتے کہ مومن کو گناہ نقصان نہیں پہنچاتے اور یہ نہیں کہتے کہ وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا اور ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور ہمارے گناہ معاف کئے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ مرجئہ کا کہنا ہے'' کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے لئے جائز نہیں ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ کو اس ارجاء مطلق سے متصف کریں جس کا قول کوئی مسلمان نہیں کرتا۔ (اصول الدین عندالامام ابی حنیفۃ 1 / 110)

شیخ خمیس مزید لکھتے ہیں:

ترجمہ: ہرگز ایسا نہیں کہ امام ابوحنیفہ کا یہ قول ہو یا ان کا یہ موقف ہو (کہ ایمان والے کو گناہ کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا) لہذا ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم انہیں ارجاء مطلق سے متصف مانیں، کہ ارجاء کہنے سے اس قول (عقیدہ) کی طرف ذہن متبادر ہوتا ہے جو کبھی کسی مسلمان کا نہیں ہوسکتا (مصدر سابق)

☆ شیخ ابن القیم جنہیں غیر مقلدین وہابیہ اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں، انہوں نے فرقۂ جہمیہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''

''اس کتاب کی جلد ۴ صفحہ ۱۲۹۷ پر شیخ ابن القیم نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کو دورِ اکابرِ تبع تابعین کے امام المسلمین میں شمار کیا ہے۔ابن القیم لکھتے ہیں:

ترجمہ: سفیان ثوری، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، ابوحنیفہ اور ان جیسے ائمہ اہلِ کوفہ اور حماد بن زید، حماد بن سلمہ، سفیان بن عیینہ اور ان جیسے ائمہ اہل بصرہ، یہ حضرات اور ان کے امثال شرق وغرب میں اُس زمانے کے امام المسلمین تھی

نیز ابن القیم نے اپنی کتاب ''

'' جلد 2 صفحہ 455 پر امام اعظم کی عظمت و بزرگی اور دین داری کے ثبوت میں ان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

ترجمہ: ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث

سامنے آجائے تو وہ سر آنکھوں پر اور صحابہ سے کچھ منقول ہے تو ہم ان کے قول کو اختیار کرتے ہیں اور اس سے انحراف نہیں کرتی

☆ غیر مقلدین کے معتمد و معتبر عالم شیخ ناصر الدین البانی ،امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب سے حد درجہ بغض وحسد رکھنے کے باوجود یہ لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ ابوحنیفہ کے صدق وعدالت ،ان کے تقویٰ و پرہیز گاری اور دین داری میں کوئی شک نہیں،ان کی دین داری اور ورع وتقویٰ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ پھر انہوں نے امام ذہبی کے حوالے سے یہ شعر بھی نقل کیا ہے۔

ترجمہ: ایسے ذہنوں میں کوئی صحیح بات آنہیں سکتی جن کو دن کے وجود کے لئے کوئی دلیل چاہئے۔(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ 1 / 665)

☆ شیخ محمد بن صالح بن عُثیمین ،غیر مقلدین واہل حدیث کے بہت بڑے مستند مفتی تھے۔انہوں نے شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے ائمہ دین مثلا امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی،امام مالک،احمد بن حنبل وغیرہم رحمہم اللہ کے تعلق سے یہ تحریر کیا ہے کہ اِن ائمۂ دین کی تعریف وثنا پر امت کا اجماع ہے، اس لئے ہم کہیں گے کہ یہ حضرات جنتی ہیں

شیخ عثیمین کے الفاظ یہ ہیں:

(شرح ریاض الصالحین

(1083/1

ترجمہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا: اسی طرح جس شخص کی ثنا پر امت کا اجماع ہے ہم اس کے جنتی ہونے کی گواہی دیں گے۔ مثال کے طور پر امام احمد، شافعی، ابوحنیفہ، مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ وغیرہ ائمۂ دین رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کی ثنا پر امت کا اجماع ہے۔ لہذا ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ حضرات جنتی ہیں

دور حاضر کے وہابی علماء جواب دیں کی اُن کے مستند عالم ومفتی شیخ عثیمین بلکہ وہابیوں کے شیخ الکل شیخ ابن تیمیہ تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جنتی کہہ رہے ہیں لیکن شیخ ابن تیمیہ کے مقلدین انہیں مرجئ گمراہ کہہ رہے ہیں۔ کیا مرجئ گمراہ بھی ائمۂ دین میں سے ہوتا ہے۔ کیا مرجئ گمراہ کی مدح وثنا پر امت کا اجماع ہے؟ اگر بقول ان کے امام اعظم مرجئ گمراہ تھے تو شیخ ابن تیمیہ، شیخ عثیمین انہیں امام المسلمین اور جنتی کہہ کر خود کیا ہوئے؟ ع اس گھر کو آگ لگی گھر کے چراغ سے۔

امام ابوحنیفہ کے بارے میں شیخ نجدی کا نظریہ

اب آیئے ذرا خوارجِ زمانہ وہابیہ کو اُن کے مرکزِ عقیدت تک پہنچادیا جائے اور دیکھا جائے کہ ہزار پروپیگنڈوں سے حق کو دبانے کی کوشش کے باوجود حق کس شان و

شوکت سے جگمگاتا ہوا نظر آتا ہی

امام الوہابیہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقیدے کو بیان کرتے ہوئے شیخ صالح بن عبداللہ نے یہ لکھا ہے:

ترجمہ: دین کی اصل کتاب اللہ اور سنت رسول اور طریق صحابہ وتابعین ہے۔ وہی حضرات سلفِ صالحین ہیں، پھر ان کے بعد چاروں امام، ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم ہیں۔ اسلاف امت صحابہ وتابعین ہیں اور ان کے متبعین قیامت تک

۔کیوں کہ وہ حضرات کتاب وسنت کے پیروکار، تمام مسلمانوں کے امام اور پیشوا ہیں۔ اُن ائمہ دین کے درمیان دین کے اصول مثلاً توحید، ربوبیت، الوہیت اور اسماء وصفات باری تعالیٰ میں کوئی اختلاف نہیں۔ الحمدللہ یہ بات ان کی کتابوں میں موجود ہے جنہیں تم پڑھتے ہو۔ ہاں ان میں جو کچھ فروع میں اختلاف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت پر سختی کے ساتھ عمل کرنے والے تھے اور ان سے بقدر طاقت مسائل کا استخراج واستنباط کرتے تھے لہذا فہم وعلم کے تفاوت کی بنیاد پر ان میں اختلاف ہوا۔ لیکن ان شاء اللہ سب کے سب حق پر ہیں اور قیامت تک جو لوگ ان ائمہ کے طریقے پر چلتے رہیں گے وہ بھی حق پر رہیں گی (عقیدۃ الشیخ محمد بن عبدالوہاب السّلفیہ 1 / 240)

دور حاضر کے وہابی اپنے امام کے اس عقیدے کے بارے میں کیا کہیں گے؟ ان کے امام تو یہ فرما رہے ہیں کہ کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کے بعد چاروں ائمہ مجتہدین کا طریقہ برحق ہے۔ چاروں امام اسلافِ امت ہیں۔ دین کے امام اور مقتدیٰ وپیشوا ہیں۔ چاروں امام کتاب وسنت پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ چاروں امام کتاب وسنت سے مسائل دینیہ کا استخراج کرنے والے تھے۔ اصولِ دین میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ چاروں امام حق پر ہیں اور ان کے راستے پر چلنے والے تمام مسلمان حق پر ہیں لیکن شیخِ نجدی کے متبعین یہ کہہ رہے ہیں کہ ''ابوحنیفہ مرجئ گمراہ تھے'' وہابی اہل حدیث جواب دیں کہ اگر ان کا یہ کہنا صحیح ہے کہ امام ابوحنیفہ مرجئ گمراہ تھے تو ان کے امام

شیخِ نجدی امام اعظم ابوحنیفہ کو امام المسلمین، متبعِ کتاب وسنت، مسلمانوں کے مقتدا و پیشوا لکھ کر اور انہیں سلفِ صالحین میں شمار کر کے خود کیا ہوئے؟ کیا کوئی مرجئ گمراہ بھی امام المسلمین، مسلمانوں کا مقتدا و پیشوا، متبعِ کتاب سنت اور سلفِ صالحین میں سے ہے؟؟؟

صرف یہی نہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور دوسرے ائمہ مجتہدین کو شیخِ نجدی نے امام المسلمین اور مسلمانوں کا مقتدا و پیشوا لکھا، بلکہ صاف صاف یہ بھی لکھ دیا کہ اُن کے اس نظریے سے جس کو بھی اختلاف ہے وہ صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہے۔ وہ جاہل و گمراہ ہے۔ اس پر توبہ ورجوع لازم ہے۔ شیخ نجدی کیا کہتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: یہی ہمارا اور ہمارے مشائخ واسلاف کا دین وعقیدہ ہے اور یہی صراط مستقیم ہے۔ یہی عدل کی میزان ہے۔ جو اس پر قائم ہے وہی متبعِ کتاب وسنت اور ہدایت یافتہ ہے اور جو اس سے اعراض کرنے والا ہے وہ جاہل ہے۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع وتوبہ واجب ہے۔ جو شخص اس عقیدہ کو باطل تصور کر کے اس کی مخالفت

کرتا ہے وہ دین کے اصول وفروع میں سے کسی پر نہیں۔ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔اور اس شخص کے بارے میں یہ نہ کہا جائے کہ وہ مشائخ کی تکذیب کرنے والا ہے بلکہ وہ کتاب اللہ اور سنت ِرسول ﷺ کی تکذیب کرنے والا ہی (ایضا)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امام الوہابیہ کے نزدیک امام اعظم ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ مجتہدین، دین کے امام ومقتدا ہیں۔متبع کتاب وسنت ہیں۔اصول دین میں ان کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔اسلاف امت ہیں۔وہ سب حق پر ہیں۔ان کے متبعین بھی حق پر ہیں اس کے خلاف جو شخص نظریہ رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ مرجئ گمراہ تھے۔وہ کتاب وسنت کے مقابلے میں اپنے قیاس کو ترجیح دیتے تھے۔ان کے متبعین احناف، گمراہ بلکہ مشرک ہیں، ایسا نظریہ رکھنے والا شخص امام الوہابیہ کے نزدیک صراط مستقیم سے ہٹا ہوا، گمراہ، جاہل ہے،۔وہ دین کے اصول وفروع میں سے کسی چیز پر نہیں۔صرف یہی نہیں کہ وہ مشائخ کی تکذیب کرنے والا ہے بلکہ کتاب وسنت کی تکذیب کرنے والا ہے۔ایسے شخص پر توبہ واجب ہی

اب امام اعظم ابوحنیفہ کو مرجی وگمراہ کہنے والے خوارجِ زمانہ وہابی اہل حدیث کا چہرہ خود انہیں کے امام شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کے آئینے میں صاف نظر آرہا ہے کہ یہ سب صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے گمراہ، جاہل، کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے ہیں۔ان پر توبہ واجب ہی

شیخ ہم پہ خفا نہ ہوں کہ ہم نے ☆ آئینہ سامنے لا کے رکھا ہے

امام ابوحنیفہ گمراہ فرقوں کا رد کرنے میں بے مثال تھے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں علم مناظرہ میں بہت زیادہ اشتغال رکھتے تھے۔ آپ نے بدمذہبوں اور گمراہوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے بارہا بصرہ کا سفر کیا ہی چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے:

(مناقب ابی حنیفۃ للمکی ص 54)

ترجمہ: مجھے مناظرہ میں مہارت حاصل تھی۔ایک زمانے تک اس میں مشغول رہا۔اس کے ذریعہ باطل سے مناظرہ کرتا تھا اور اہل حق کا دفاع کرتا تھا۔زیادہ تر اہل مناظرہ اور مخالفین بصرہ میں تھے۔چنانچہ میں بیس بار سے زیادہ بصرہ حاضر ہوا ہوں۔

امام ابوحنیفہ گمراہوں کے ساتھ مناظرہ کرنے والوں کے امام تھے۔ چنانچہ قبیصہ بن عقبہ کہتے ہیں:

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ شروع میں گمراہوں سے مناظرہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس معاملے میں سب کے سردار اور مرجع بن گئے تھے۔ پھر مناظرہ چھوڑ کر فقہ و

حدیث میں مشغول ہو گئے اور فقہ کے امام بن گئے

(عقود الجمان ص 161 بحوالہ اصول الدین عند الامام ابی حنیفۃ لمحمد بن عبد الرحمن الخمیس)

ثابت ہوا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مرجئ ہونے کا الزام باطل ہے۔ یہ الزام آپ کے معاندین وحاسدین کی طرف سے لگایا گیا ہے حق یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ اہلُ السنہ کے امام تھے یہی وجہ ہے کہ جلیل القدر محدث وناقد حدیث امام ذہبی متوفی (۷۴۸ھ) نے امام اعظم کے فضائل ومناقب ذکر کرنے بعد یہ تحریر فرمایا ہے:

ترجمہ: ان ذہنوں میں کوئی بات ٹھیک نہیں بیٹھ سکتی جن کو دن کے ثبوت کے لئے دلیل کی حاجت ہو۔ (سیر اعلام النبلاء 6/403)

اہل سنت کو خوارج کے مقابلے میں مرجئہ کہا جاتا تھا

خوارج مرتکب کبیرہ کو ایمان سے خارج اور دائمی عذاب کا مستحق مانتے تھے۔ اس کے برخلاف اہل سنت، مرتکب کبیرہ کو ایمان والا کہتے تھے اور اس کی مغفرت کی امید رکھتے تھے۔ اس لئے اہل سنت کو خوارج کے مقابلے میں کبھی اہل ارجاء کہا جاتا تھا۔ کیوں کہ ارجاء رجا سے ماخوذ ہے اور رجا کا معنی ہے امید کرنا۔ خوارج، مرتکب کبیرہ کو کافر کہنے کی وجہ سے اس کے بارے میں اللہ کی رحمت سے ناامید تھے اور اہل سنت مرتکب کبیرہ کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے اس سے متعلق اللہ کی معافی کے امیدوار تھے۔

اس لئے خوارج کے مقابلے میں اہل سنت کو مدح کے طور پر مرجئہ یا اہل ارجاء کہا جاتا تھا ۔خوارج کے نزدیک اس معنی کر مرجئہ ہونا مذموم تھا لیکن اہل سنت کے نزدیک ممدوح تھا۔ چنانچہ بے شمار ائمہ فقہاء ومحدثین کو اس معنی کے لحاظ سے اہل ارجاء اور مرجئ کہا گیا ہے۔

چنانچہ علامہ صفدی متوفی ۷۶۴ ھ لکھتے ہیں:

ترجمہ: اور ارجاء والے لوگوں میں سے سعید بن جبیر، طلق بن حبیب، عمرہ بن مرہ، محارب بن دثار، عمرو بن ذر، حماد بن سلیمان ابوحنیفہ کے شیخ، ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد بن حسن، مقاتل بن سلیمان ہیں یہ حضرات دین کے ہادی اور مسلمانوں کے امام ہیں۔ انہوں نے فرقۂ قدریہ، خوارج اور مرجئہ کی اس بات میں مخالفت کی ہے کہ انہوں نے گناہ کبیرہ والوں کو کبیرہ گناہوں کے سبب کافر اور دائمی جہنمی نہیں کہا۔ نہ صحابہ کو گالیاں دیں اور نہ ان پر عیب جوئی کی (الوافی بالوفیات 12 / 134)

خوارج کے مقابلے میں اہل سنت کو سب سے پہلے اہل ارجاء کہنے والے حسن

بن محمد تابعی تھے۔ چنانچہ ان کے تعلق سے عجلی کا یہ قول علامہ صفدی نے نقل فرمایا ہے:

ترجمہ: وہ مدنی ثقہ تابعی تھے۔

انہوں نے سب سے پہلے ارجاء کی اصطلاح ایجاد کی (مصدر سابق)

علامہ سخاوی نے فرمایا ہے کہ حضرت حسن بن محمد تابعی نے جس ارجاء کا قول کیا ہے وہ، وہ ارجاء نہیں جو اہل سنت و جماعت کے نزدیک معیوب ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دور صحابہ میں دو مسلمان گروہوں میں جو نزاعی معاملات، مشاجرات اور جنگیں ہوئیں، اس میں کسی ایک گروہ کو ہم خطا کار اور مستحقِ نار نہیں ٹھہراتے بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

ترجمہ: حسن بن محمد نے جس ارجاء کی بات کہی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ فتنہ کے زمانے میں دو مسلمان گروہوں میں سے کسی ایک کو قطعی طور پر خطا کار یا برحق نہیں کہتے بلکہ ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرتے ہیں۔ رہی بات اس ارجاء کی جس کا تعلق ایمان سے ہے (کہ ایمان کے بعد گناہ کچھ بھی نقصان نہیں دیتا) تو اس معنی کا

ارجاء ان کا موقف نہیں، لہذا اس کی وجہ سے ان پر کچھ عیب نہیں لگے گا

(التحفۃ اللطیفیۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ 1 / 286)

امام سخاوی کی وضاحت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مطلقا کسی کے تعلق سے اگر یہ کہا گیا ہے کہ وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے یا مرجئ تھے یا ان پر ارجاء کا الزام ہے تو اس سے ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ شخص مرجئ گمراہ تھا۔ جب تک کہ دلائل سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس شخص کا عقیدہ، گمراہ فرقۂ مرجئہ کے عقیدے کے مطابق تھا اس کو مرجئ گمراہ کہنا صحیح نہیں

یہی بات امام ذہبی نے بھی تحریر فرمائی ہے:

ترجمہ: جس ارجاء کی بات حضرت حسن بن محمد نے کہی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے معاملے کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں کہ اللہ اس معاملے میں جو چاہے گا کرے گا۔ (تاریخ الاسلام 1 / 1081)

نیز یہی بات علامہ ابن حجر عسقلانی نے تحریر فرمائی ہے۔ (تہذیب التہذیب 2 / 321)

خوارج نے اہل سنت کو مرجئہ کہا

امام شعرانی نے فرمایا:

(الطبقات الکبریٰ للشعرانی 1/ 46)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ یہ فرماتے تھے کہ اہل سنت کو مرجئ اس لئے کہا گیا کہ جب ان سے (مومن) گناہ گاروں کے بارے میں پوچھا گیا کہ ان کا ٹھکانا کہاں ہوگا (جنت یا دوزخ) تو اہل سنت نے کہا کہ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے (چاہے تو معاف کر کے جنت دے اور چاہے تو عذاب دے) تو انہیں مرجئہ کہا گیا کہ انہوں نے گناہ گاروں کے معاملے کو اللہ کی طرف موخر کر دیا، کیونکہ کافر تو جہنم میں ہوں گے اور مومن (صالح) جنت میں۔

علامہ شہرستانی [وفات: ۵۴۸ھ] نے تحریر فرمایا:

ترجمہ: بخدا ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب مرجئ اہل سنت تھے۔ بہت سے لوگوں نے

انہیں مرجئہ اس سبب سے کہا ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ ایمان تصدیقِ قلب کا نام ہے اور تصدیق زیادہ اور کم نہیں ہوتی، اس سے ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ ابوحنیفہ عمل کو ایمان سے موخر رکھتے ہیں (ایمان کے لئے عمل کو ضروری نہیں سمجھتے) حالاں کہ جب وہ مردِ حق (ابوحنیفہ) خود عمل پر سختی سے پابندی کرتے تھے تو عمل نہ کرنے کا فتوٰی کیسے دے سکتے تھے؟ اور انہیں مرجئ کہنے کا ایک سبب اور ہے، وہ یہ ہے کہ معتزلہ فرقہ ہر اس شخص کو مرجئ کہتا تھا جو تقدیر کے معاملے میں اس کے عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھتا تھا (معتزلہ کا عقیدہ یہ تھا کہ تقدیر کچھ نہیں، بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ یہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے) اسی طرح خوارج کے عقیدے کے خلاف جو شخص بھی گناہ گار مومن کو کافر نہیں کہتا تھا خوارج اس کو مرجئہ کہتے تھے۔ لہذا بعید نہیں کہ ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو معتزلہ اور خوارج کی طرف سے مرجئہ کا لقب ملا ہو۔ (الملل والنحل 1/76)

بخاری و مسلم کے چند راوی جن پر مرجئ ہونے کا الزام ہے

وہابی غیر مقلدین اگر امام اعظم ابوحنیفہ پر مرجئ ہونے کے الزام کی بنا پر انہیں مجروح و نامقبول ٹھہرائیں گے تو ذرا انصاف سے بتائیں کہ بخاری و مسلم کے درجنوں راوی جن پر مرجئ ہونے کا الزام ہے، ان کے بارے میں وہ کیا کہیں گے؟ بخاری و مسلم کی وہ احادیث جو اُن راویوں سے مروی ہیں صحیح و مقبول ہوں گی یا نہیں؟ اب ہم بخاری و مسلم کے کچھ ایسے راویوں کے نام نیچے درج کررہے ہیں جن پر محدثین نے

مرجئی ہونے کا الزام لگایا ہی

۱ر ایوب بن عائذ البحتری الکوفی صغارِ تابعین کے معاصرین میں تھے۔

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی کے راوی ہیں

☆امام عبداللہ بن مبارک نے کہا:

ایوب عبادت گزار تھے لیکن مرجئ تھے۔

☆بُستی نے کہا: ایوب مرجئ تھے۔ حدیث میں خطا کرتے تھے۔

☆ابوداوٴد نے کہا: ثقہ تھے مگر مرجئ تھے۔

☆ساجی نے کہا: سچے تھے لیکن ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

☆ترمذی نے کہا:

ایوب بن عائذ حدیث کے معاملے میں ضعیف تھے اور کہا جاتا ہے کہ وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

☆خود مام بخاری نے فرمایا: ایوب ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

(التاریخ الکبیر 1 / 240 اکمال تہذیب الکمال 2 / 336، تہذیب الکمال 3 / 478)

۲ر حماد بن ابی سلیمان الاشعری الکوفی متوفی ۱۲۰ھ: امام اعظم کے استاذ اور امام بخاری کے دادا استاذ، صغارِ تابعین میں سے تھے۔ بخاری نے الادب المفرد میں ان سے

حدیث لی ہے اور صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ کے راوی ہیں ان کے تعلق سے امام ذہبی نے فرمایا: صاحب ذکاوت و کرامت اور سخی عالم تھے۔ صاحب ثروت و حشمت اور صاحب جمال تھے۔ ابراہیم نخعی کے سب سے عظیم فقیہ شاگرد تھے۔ ان کے تعلق سے بعض ناقدین کی جرحیں ملاحظہ کریں۔

☆ معمر نے کہا: ہم ابو اسحاق کے پاس آتے تو وہ یہ کہتے تھے: تم لوگ کہاں سے آرہے ہو؟ ہم جواب دیتے: حماد کے پاس سے۔ وہ کہتے: تم سے مرجئ نے کیا کہا؟۔ (سیر اعلام النبلائ 5/233)

☆ نسائی نے کہا: حماد ثقہ مرجئ تھے۔

☆ خلف بن خلیفہ نے کہا کہ ابو ہاشم نے کہا کہ میں حماد بن سلیمان کے پاس آیا تو ان سے کہا: یہ کیا نئی رائے آپ نے نکالی؟ یہ تو ابراہیم نخعی کے عہد میں نہیں تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا: اگر ابراہیم نخعی باحیات ہوتے تو وہ بھی ارجاء کے معاملے میں میری موافقت کرتی (ایضا 5/233)

۳/ ذر بن عبداللہ بن زرارہ کوفی متوفی ۱۰۰ھ: چھٹے طبقے کے محدث، صغارِ تابعین کے معاصرین میں تھی بخاری، مسلم، ابواؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں بخاری میں ان سے ۱۶ احادیث مروی ہیں۔ ان کے بارے میں محدثین کی آرا ملاحظہ کریں:

☆ ابوالفتح الازدی نے کہا: ذَر بن عبداللہ مرجئ

تھے۔ محدثین کو ان کے بارے میں کلام تھا۔

☆ ابن خلفون نے کہا: ان کے مذہب کے تعلق سے کلام کیا گیا ہے اور ان کو مرجئ کہا گیا ہے۔

☆ ساجی نے کہا: حدیث میں سچے تھے۔ ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

☆ امام احمد بن حنبل نے کہا:

ان کی حدیث میں کوئی عیب نہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے ارجاء کا عقیدہ ظاہر کیا

(اکمال تہذیب الکمال 4/ 291)

۴/ سالم بن عجلان الافطس متوفی ۱۳۲ھ: بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ مشہور تابعی تھے۔ ان کے تعلق سے

☆ امام احمد بن حنبل نے کہا: ان کی حدیث بہت زیادہ صالح تھی، حالانکہ وہ مرجئ تھے۔

☆ ابو حاتم نے کہا: وہ سچے اور مرجئ تھے۔

☆ ابن حبان نے کہا: ثقہ راویوں سے پیچیدہ روایات لاتے تھے اور احادیث میں الٹ پھیر کرتے تھے۔ ایک بُرے معاملے کی ان پر تہمت رکھی گئی اور ظلماً قتل کئے گئے۔

۵/ طلق بن حبیب العنزی البصری متوفی ۹۰ھ: بخاری نے الادب المفرد میں اور

امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے ان کی روایات لی ہیں۔ مشہور تابعی تھے۔ ان کے بارے میں امام ذہبی نے فرمایا: وہ بڑے زاہد اور علماء عاملین میں سے تھے۔ طاؤس نے کہا: ان کے اندر اللہ کی خشیت تھی۔ باوجود اس کے

☆ ابوحاتم نے کہا: طلق سچے تھے۔ ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

☆ ابوزرعہ نے کہا: وہ ثقہ، مرجئی تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۴/ ۶۰۳)

☆ ابن حبان نے کہا: وہ مرجئی، عابد تھے۔

☆ ساجی نے کہا: سچے تھے۔ ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔ (اکمال تہذیب الکمال 7/ 92)

۶ر عاصم بن کلیب الجرمی الکوفی متوفی ۱۳۱ھ: صغارِ تابعین میں سے تھے۔ امام بخاری نے ان کی روایت کو اپنی صحیح میں تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان کی روایات لی ہیں۔ ان کے تعلق سے ناقدین حدیث کی آرا ملاحظہ کریں:

☆ شریک نے کہا: عاصم بن کلیب مرجئی تھے۔ اللہ سے ہم عافیت چاہتے ہیں۔

☆ عقیلی نے کہا: وہ مرجئی تھے۔

(اکمال تہذیب الکمال 7/119، تہذیب الکمال 13/537)

۷/عثمان بن غیاث الراسبی: بخاری، مسلم، ابوادؤد ونسائی کے راوی ہیں ان کے تعلق سے

☆امام احمد بن حنبل نے کہا: وہ ثقہ تھے اور ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

☆ابوعبید الآجری نے ابوداؤد سے نقل کیا: کہ عثمان بن غیاث بصرہ کے مرجئہ میں سے تھے۔ (تہذیب الکمال 19/474)

☆ابن خلفون نے کہا: ان کے مذہب کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اور ان کو مرجئ کہا گیا ہے۔

(اکمال تہذیب الکمال 9/180)

۸/ مسعر بن کدام الکوفی متوفی ۱۵۵ھ: کبارِ تبع تابعین میں سے تھے۔ کتب صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ وکیع بن جراح نے کہا کہ مسعر کا شک دوسروں کے یقین کی طرح ہے۔ حسن بن عُمارہ نے کہا: اگر مسعر جیسا آدمی جنت میں داخل نہ ہوتو جنتی کم ہیں باوجود اس کے ان کے تعلق سے

☆ابن سعد نے کہا: مسعر بن کدام مرجئ تھے۔ ان کی وفات ہوئی تو جنازے میں سفیان ثوری اور حسن بن صالح نے شرکت نہیں کی۔ (کیوں کہ ان کے معاملے میں وہ غلط فہمی کے شکار تھے) (سیر اعلام النبلاء 7/165)

☆ابوادؤد نے کہا: میں نے امام احمد کو مرجئہ کا ذکر کرتے ہوئے سنا۔ انہوں نے

مسعر کو اس میں شمار کیا۔(موسوعۃ اقوال الامام احمد بن حنبل 3/344)

☆ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا اور کہا: وہ

مرجئ تھے۔(اکمال تہذیب الکمال 11☆157)

۹/ حسن بن محمد بن حنفیہ متوفی ۱۰۰ھ: طبقۂ ثالثہ کے راوی اوساط تابعین میں سے تھے۔ بخاری، مسلم سمیت صحاح ستہ کے راوی ہیں۔امام ذہبی نے فرمایا کہ علماء اہل بیت میں تھے۔عمرو بن دینار فرماتے تھے کہ اختلافی مسائل میں حسن بن محمد بن حنفیہ سے زیادہ علم والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا باوجود اس کے ان کے تعلق سے

☆عجلی نے ابواسامہ کا یہ قول نقل کیا:

وہ مرجئ تھے۔انہوں نے سب سے پہلے لفظ ارجاء کو وضع کیا تھا۔

(الثقات للعجلی ۱/۳۰۰)

۱۰/ ابراہیم بن طہمان متوفی ۱۶۸ھ: بخاری مسلم سمیت صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

لیکن ان کے تعلق سے

☆صالح بن محمد جزرہ نے کہا:

ان کی حدیث حسن ہے،مرجئہ کی طرف کچھ مائل تھے

(سیر اعلام النبلاء 7/380)

☆ابوحاتم رازی نے کہا:

خراسان میں دو مرجئ شیخ ہیں۔ایک ابو

حمزہ سکری ،دوسرے ابراہیم بن طہمان ۔دونوں ثقہ ہیں ۔(سیر اعلام النبلاء 381/7)

معاندینِ امام اعظم ابوحنیفہ سے انصاف کا سوال

جولوگ امام ابوحنیفہ پر بغض وعناد کی بنیاد پر مرجئ وگمراہ ہونے کا الزام رکھتے ہیں ان سے انصاف کا ایک سوال یہ ہے کہ اوپر ہم نے بطور نمونہ بخاری ومسلم وصحاح ستہ کے دس ایسے راویوں کے نام ذکر کیے جن پر مرجئ ہونے کا الزام ہے،توکیا بخاری ومسلم کے ان تمام راویوں کوگمراہ مرجئ مانا جائے گا؟ اگر محض الزام کی بنیاد پر بخاری و مسلم کے ان راویوں کوگمراہ مرجئ نہیں کہہ سکتے توامام اعظم ابوحنیفہ اورآپ کے اصحاب امام ابو یوسف ومحمد وغیرہم پر گمراہ مرجئ ہونے کے الزام کی بنیاد پر انہیں مرجئ گمراہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ انصاف کا یہ دوہرا معیار کیوں؟

معاندین ومخالفین کے ذہن وفکر کی اصلاح کے لئے عرض کردوں کہ دراصل مرجئ دو قسم کے ہیں ۔ایک مرجئ وہ ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد عمل ضروری نہیں ۔مومن خواہ گناہ گار ہو یا نیک کار،جہنم میں ہرگز نہ جائے گا۔ ایسا مرجئ یقینا بدعقیدہ وگمراہ ہے۔ دوسرا مرجئ وہ ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمانِ کامل کے لئے عمل ضروری ہے۔ گناہ گار مومن جہنم میں جانے کا مستحق ہے ۔لیکن وہ کافر نہیں ۔ اللہ اگر چاہے گا تو اسے جہنم میں داخل فرمائے گا اور چاہے گا تو اپنے عفووکرم سے جنت میں داخل فرمائے گا اس معنی میں جو مرجئ ہے وہ اہل سنت و جماعت ہی بخاری و

مسلم کے جن ثقہ راویوں پر مرجئ ہونے کا الزام ہے وہ پہلے معنی کے اعتبار سے نہیں بلکہ دوسرے معنی کے اعتبار سے ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے مرجئ ہونا عیب نہیں بلکہ خوبی ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب مرجئ تھے، لیکن اہل سنت کے مخالفین ومعاندین فرقۂ خوارج وجہمیہ نے بخاری ومسلم کے بعض راویوں اور امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب پر پہلے معنی کے اعتبار سے مرجئ وگمراہ ہونے کا الزام رکھا ہی حالاں کہ غلط معنی کے اعتبار سے نہ بخاری ومسلم کے ان راویوں پر مرجئ ہونے کا الزام صحیح ہے نہ امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب پر حق یہ ہے کہ سب اہل سنت وجماعت ہیں لیکن انہیں خوارج ومعاندین نے مرجئ وگمراہ کہا ہی لہذا بخاری ومسلم کے مذکور تمام راوی جن پر مرجئ ہونے کا الزام ہے ہرگز مرجئ گمراہ نہیں اور امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب بھی مرجئ گمراہ نہیں

یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اس کی تائید میں ناقدین حدیث کے اقوال موجود ہیں چنانچہ امام ذہبی بخاری ومسلم کے راوی ابراہیم بن طہمان اور ان جیسے دیگر محدثین وفقہاء جن پر مرجئ ہونے کا الزام ہے ان کے تعلق سے ابوا لصلت کا قول نقل فرماتے ہیں:

ترجمہ: ابوا   لصلت نے کہا: میں نے سفیان بن عیینہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ہمارے پاس ابورجاء عبداللہ بن واقد سے افضل کوئی خراسانی نہیں آیا۔ میں نے کہا ابراہیم بن طہمان؟ انہوں نے کہا: وہ مرجئی تھے۔ ابوا   لصلت نے کہا: ان لوگوں کا ارجاء یہ خبیث مذہب نہیں جس کے مطابق ایمان صرف شہادتین کے اقرار کا نام ہے۔ اگر ایمان لانے کے بعد کوئی عمل کرنا چھوڑ دے تو ایمان کو کچھ نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ اُن لوگوں کا ارجاء یہ ہے کہ وہ لوگ گناہ کبیرہ والے مومن کی مغفرت کی امید رکھتے ہیں اورخوارج وغیرہ کا رد کرتے ہیں، جو گناہوں کے سبب ایمان والے آدمیوں کو کافر کہتے ہیں۔ میں نے وکیع کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے سفیان ثوری کو آخرِ امر میں یہ کہتے ہوئے سنا: ہم تمام گناہ کبیرہ والوں کی مغفرت کی امید رکھتے ہیں جو ہمارے دین کو مانتے ہیں۔ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں۔ اگر چہ کوئی بھی عمل کرے   اور انہوں نے یہ کہا: ابراہیم بن طہمان فرقۂ جہمیہ پر بہت سخت تھی   (سیر اعلام النبلائ 7/380)

ہم تمام مخالفین ومعاندینِ امام اعظم ابوحنیفہ کو دعوتِ انصاف دیتے ہیں کہ وہ امام ذہبی کا مذکورہ بالا اقتباس بنظر انصاف پڑھیں اور یہ فیصلہ کریں کہ اگر بخاری ومسلم کے راوی ابراہیم بن طہمان پر گمراہ مرجئی ہونے کا الزام باطل ہے تو امام اعظم پر یہ الزام باطل کیوں نہیں جب کہ امام اعظم اور آپ کے شاگردوں کے صریح اقوال اس بات کی دلیل ہیں کہ گناہ کبیرہ والے مومن کے تعلق سے ان کا عقیدہ وہی ہے جو تمام اہل سنت وجماعت کا ہے؟ برادران غیر مقلدین سے خیر خواہانہ گزارش ہے کہ انصاف سے فیصلہ کریں قبل اس کے انصاف اور فیصلے کا دن آجائی

مآخذ ومراجع (باعتبار حروف تہجی)

اسماء کتب	مصنفین	وفات	مطبع	سن طبع
القرآن الکریم				
احوال الرجال	ابراہیم بن یعقوب جوزناجی	۲۵۹ھ	حدیث اکیڈمی، فیصل آباد	
اصول الدین عند ابی حنیفہ	محمد بن عبد الرحمن الخمیس		دار الصمیعی، سعودیہ	
اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	علی بن ابی الکریم ابن الاثیر	۶۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	
اکمال تہذیب الکمال	علاء الدین مغلطائی	۷۶۲ھ	الفاروق الحدیثیہ للطباعۃ والنشر	۲۰۰۱ء
البدایہ والنہایہ	ابن کثیر دمشقی	۷۷۴ھ	دار احیاء التراث، العربی	۱۹۸۸ء
تہذیب الکمال فی اسماء الرجال	یوسف بن عبد الرحمن المزی	۷۴۲ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت	۱۹۸۰ء
تاریخ الاسلام	شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ	دار الغرب الاسلامی	۱۹۹۳ء

التاریخ الکبیر	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ	دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد	
تہذیب التہذیب	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد	۱۳۲۶ھ
التوحید للماتریدی	محمد بن محمد ماتریدی	۳۳۳ھ	دار الجامعات المصریہ، اسکندریہ	
التوحید لابن خزیمہ	ابوبکر ابن خزیمہ	۳۱۱ھ	مکتبۃ الراشد الریاض	
التعرف لمذہب اہل التصوف	محمد بن ابواسحاق	۳۸۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت	۱۴۰۰ھ
تفسیر ابن کثیر	اسماعیل بن عمر	۷۷۴	دار طیبہ للنشر والتوزیع	۱۹۹۹ء
التحفۃ اللطیفیہ فی تاریخ مدینۃ الشریفہ	شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بروت	۱۹۹۳ء
الدر المنثور	جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت	
الدر المختار مع رد المحتار	علاء الدین حصکفی ابن عابدین	۱۰۵۲ء		۱۹۹۲ء
سیر اعلام النبلاء	شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ	دار الحدیث، قاہرہ	۲۰۰۶ء
سنن ابن ماجہ	ابن ماجہ ابوعبداللہ القزوینی	۲۷۳ھ	دار احیاء الکتب العلمیہ	
سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ	ناصر الدین البانی	۱۴۲۰ھ	دار المعارف الریاض	۱۹۹۲
سنن ابی داؤد	ابوداؤد بن الاشعث سجستانی	۲۷۵ھ	المکتبۃ العصریۃ، بیروت	
الشریعہ	محمد بن حسین آجری	۳۶۰	دار الوطن، سعودیہ	۱۹۹۹ء
شرح ریاض الصالحین	محمد بن صالح عثیمین	۱۴۲۱ھ	دار الوطن، ریاض	۱۴۲۶ھ
شرح السنہ	حسن بن مسعود البغوی	۵۱۶ھ	المکتب الاسلامی، دمشق	۱۹۸۳ء
شرح المقاصد	سعد الدین تفتازانی	۷۹۱	دار المعارف النعمانیہ پاکستان	۱۴۰۱ھ
صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ	دار طوق النجاۃ، بیروت	۱۴۲۲ھ
صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج القشیری	۲۶۱ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت	
صحیح ابن حبان	محمد بن حبان تمیمی	۳۵۴ء	مؤسسۃ الرسالۃ	۱۹۹۳ء

الطبقات الکبریٰ	ابوعبداللہ ابن سعد	۲۳۰ھ	مکتبۃ الصدیق، الطائف	۱۴۰۸ھ
العقیدۃ الطحاویۃ بتعلیق الالبانی	ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی	۳۲۱ھ		
عقیدۃ الشیخ محمد بن عبدالوہاب	صالح بن عبداللہ			
الفرق بین الفرق	عبدالقاہر بن طاہر بغدادی	۴۲۹	دارالآفاق الجدیدۃ، بیروت	۱۹۷۷ھ
فتاویٰ سلفیہ				
الفقہ الاکبر	ابوحنیفہ نعمان بن ثابت	۱۵۰	مکتبۃ الفرق، سعودیہ	۱۹۹۹ء
مناقب ابی حنیفہ	ابوالمویدالموفق بن احمد مکی			
الملل والنحل	محمد بن عبدالکریم شہرستانی	۵۴۸	دارالمعرفت	۱۴۰۴ھ
مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر بن ابی شیبہ	۲۳۵ھ	مکتبۃ الرشید، ریاض	۱۴۰۹ھ
ہدایۃ الحیاریٰ فی اجوبۃ الیہود والنصاریٰ	زین الدین مناوی	۱۰۳۱ھ	المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر	۱۳۵۶ھ
وافی بالوفیات	صلاح الدین ابن ایبک صفوی	۷۶۴ھ	داراحیاء التراث، بیروت	۲۰۰۰ء

(۱) عقائد اہل سنت (قرآن وحدیث کی روشنی میں) مطبوعہ
(۲) فضائل شعبان وشب برأت (احادیث معتبرہ کی روشنی میں) مطبوعہ
(۳) عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت مطبوعہ
(۴) فضائل ماہِ رجب مطبوعہ
(۵) شب برأت کیسے منائیں مطبوعہ

(٦) مغفرت کا سامان ماہ رمضان مع رسالہ ۲۰ رکعات تراویح — مطبوعہ
(۷) قوالی کا شرعی حکم — مطبوعہ
(۸) تذکرہ مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی — مطبوعہ
(۹) سرکار کلاں بحیثیت مرشد کامل — مطبوعہ
(۱۰) مکتوبات سرکار کلاں — مطبوعہ
(۱۱) خطبات سرکار کلاں — مطبوعہ
(۱۲) آداب صحبت و زیارت مشائخ (مخدوم اشرف سمنانی) ترجمہ و تحشیہ — مطبوعہ
(۱۳) نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا (احادیث و آثار معتبرہ کی روشنی میں) — مطبوعہ
(۱۴) ترک رفع یدین (احادیث و آثار صحیحہ کی روشنی میں) — مطبوعہ
(۱۵) فسقِ یزید (احادیث و آثار صحیحہ و اقوال سلف کے حوالے سے) — مطبوعہ
(۱٦) امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا؟
غیر مطبوعہ
(۱۷) لقبِ امام اعظم — مطبوعہ
(۱۸) کیا تراویح آٹھ رکعت سنت ہے؟ (انگلش) — مطبوعہ
(۱۹) معجزۂ ردِّ شمس (جلال الدین سیوطی و یوسف صالحی دمشقی) ترجمہ و تحشیہ — مطبوعہ
(۲۰) فضائلِ ذکر و ذاکرین (جلال الدین سیوطی) ترجمہ — مطبوعہ